النوافل'' تک لکھنے کے بعد اس کو چھوڑ کر مختصر شرح ''الدر المختار'' کے نام سے تحریر فرمائی۔
اسکے علاوہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب 'ملتقی الأبحر'' کی شرح الدرا لمنتقی'' کے نام سے تحریر فرمائی جو ''مجمع الأنھر شرح ملتقی الأبحر'' کے حاشیہ پر مصر سے شائع ہو چکی ہے۔ فقہ واصول فقہ، تفسیر، حدیث اور نحو میں متعدد کتب تصنیف فرمائی ہیں۔ آپ کی وفات ۱۰ شوال ۱۰۸۸ھ/ ۶ دسمبر ۱۶۷۷ء کو دمشق میں ہوئی اور ''باب الصغیر'' کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ

ردالمحتار علی الدر المختار:

''یہ درمختار'' کا حاشیہ ہے، جو سید محمد آمین عابدین بن سید عمر عابدین شامی نے تحریر فرمایا ہے۔ یہ دمشق کے رہنے والے تھے اور وہیں ان پیدائش ۱۱۹۸ھ/ ۱۷۸۴ء۔ ۸۳ء میں ہوئی۔ چھوٹی بڑی متعدد کتابیں تصنیف فرمائی ہیں اسماعیل پاشا بغدادی نے چالیس کتابیں نام بنام شمار کرائی ہیں۔ ۳۲ اہم اور قیمتی رسائل ۲ جلدوں میں ''رسائل ابن عابدین'' کے نام سے شائع ہو چکے ہیں ''العقود الدریۃ في تنقیح الفتاوی الحامدیہ'' دو جلدوں میں طبع ہو چکے ہیں۔ نیز ''البحر الرائق'' کا حاشیہ 'منحۃ الخالق'' کے نام سے تحریر فرمایا ہے۔ جو 'البحر الرائق'' کے حاشیہ پر چھپ گیا ہے۔ لیکن جو شہرت اور مقبولیت ''ردالمحتار'' کو حاصل ہوئی وہ دیگر تصانیف کو حاصل نہ ہوسکی۔ چونکہ مصنف ''شام'' کے رہنے والے تھے۔ اس لئے ان کی اس کتاب کو ''شامی'' یا ''فتاویٰ شامیہ'' بھی کہا جاتا ہے۔
پاکستان کے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ علامہ ابن عابدین شامی انتہائی وسیع المطالعہ ہونے کے باوجود اس قدر تقویٰ شعار اور محتاط بزرگ ہیں کہ عام طور سے اپنی ذمہ داری پر کوئی مسئلہ بیان نہیں کرتے، بلکہ جہاں تک ممکن ہوتا ہے، اپنے سے پہلے کی کتابوں میں سے کسی نہ کسی کے لئے بھی حتیٰ الامکان کسی دوسرے فقیہ کے قول کا سہارا لیتے ہیں اور جب تک بالکل مجبوری نہ ہو جائے خود اپنی رائے ظاہر نہیں فرماتے۔ اور جہاں ظاہر فرماتے ہیں، وہاں بھی بالعموم آخر میں ''تامل'' یا ''تدبر'' کہہ کر خود بری ہو جاتے ہیں اور ذمہ داری پڑھنے والے پر ڈال دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات الجھے ہوئے مسائل میں ہم جیسے لوگوں کو ان کی کتاب سے مکمل شفا نہیں ہوتی۔ لیکن یہ طریقہ ''ردالمختار'' میں تو رہا ہے، مگر چونکہ علامہ شامیؒ نے ''البحر الرائق کا حاشیہ ''منحۃ الخالق'' اور ''تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ'' بعد میں لکھا ہے، اس لئے ان کتابوں میں مسائل زیادہ منقح انداز میں آتے ہیں، جنہیں پڑھ کر فیصلہ کن بات معلوم ہو جاتی ہے۔'' (البلاغ مفتی اعظم نمبر، ص: ۴۲۰، ۴۲، ۴۲، ۲۱)
مصنف اپنے زمانے کے بہت بڑے فقیہ اور عالم تھے، آج کل مفتیان کرام ''در المختار'' اور ''ردالمحتار'' پر بہت زیادہ اعتماد کرتے ہیں، موصوف کا انتقال ۲۱ ربیع الثانی ۱۲۵۲ھ جولائی ۱۸۳۶ء کو دمشق میں ہوا اور ''باب الصغیر'' کے قبرستان میں دفن ہوئے۔
مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھیؒ، مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ کا ''شامی'' کے ساتھ شغف اور ان کی رائے ''شامی'' کے بارے میں بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں ''فتویٰ'' لکھنے میں حضرت اکثر ''شامی'' ملاحظہ فرمایا کرتے، مگر جس قول کے وہ ناقل ہوتے اس کو تو حضرت حجت سمجھتے اور جو صاحب شامی کی ذاتی رائے ہوتی اس کو حجت قرار نہ دیتے، بلکہ تنقید و تحقیق کرتے اور فرمایا کرتے، کہ یہ

معاصر ہیں۔''ھم رجال ونحن رجال'' ان کی رائے ہم پر حجت نہیں، جب تک کہ اسلاف کے قول سے مئوید نہ ہو(تذکرۃ الخلیل ص۲۹۴) چونکہ علامہ شامی اس کی تکمیل نہیں فرما سکے تھے۔اس لئے موصوف کے صاحبزادے علامہ علاء الدین محمد نے اس کا تکملہ ''قرة عيون الأخيار تكمله ردالمحتار على الدر المختار'' کے نام سے تحریر فرمایا ہے، جو دو جلدوں میں مصر سے شائع ہو چکا ہے

بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ......

یہ کتاب ملك العلماء ابو بکر بن مسعود بن احمد علاؤ الدین کا سانی کی تصنیف لطیف ہے جو علاء الدین ابو بکر محمد بن احمد سمرقندی (المتوفی ۵۴۰ھ/ ۱۱۴۶ء مصنف تحفة الفقها کے شاگرد ہیں۔بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ کتاب 'تحۃ الفقہاء'' کی شرح ہے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ معروف معنوں میں شرح نہیں ہے۔ بلکہ تحفۃ الفقہاء کے زمانے تالیف تک فقہ حنفی کے موضوع پر جتنی بھی کتابیں تالیف کی گئی تھیں۔ان میں حسن ترتیب کے لحاظ سے، یہ کتاب سب پر فائق تھی، لیکن یہ تھا بہر حال ''قدوری'' کی طرح کا ایک متن جس میں ''قدوری'' کے مسائل سے کچھ زائد مسائل جمع کیے گئے تھے۔متن ہونے کے باعث یہ کتاب تفصیلی دلائل اور اعتراضات کے جوابات نیز مسائل کی تفصیلی صورتوں کے بیان سے خالی تھی۔

علامہ کاسانیؒ نے اپنے استاد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اور ان کی اس روش پر چلتے ہوئے، جو انہوں نے تحفة الفقهاء میں اختیار فرمائی تھی، ایک مفصل کتاب تحریر فرمائی تھی، جو حسن ترتیب کے لحاظ سے آج تک اپنی نظیر آپ ہے، اسی بنا پر اس کو اس کی شرح کہہ دیا جاتا ہے، یہ کتاب نہ صرف حسن ترتیب کے لحاظ سے بے نظیر ہے، بلکہ مسائل کے دلائل اصول وکلیات کی صورت میں، اس انداز سے بیان کیے گئے ہیں کہ جس سے نہ صرف مسئلے کے بارے میں شرح صدر اور اطمینان کامل میسر آتا ہے، بلکہ فقہ سے ایک خاص مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔چنانچہ شارح ابوداؤد شریف میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری کی رائے گرامی اس کتاب کے بارے میں مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی بایں الفاظ بیان فرماتے ہیں:

''اوقات فراغ میں حضرت بدائع کو اکثر دیکھا کرتے، بارہا سنا ہے کہ حضرت اس کے مصنف کو بہت دعائیں دیتے اور فرمایا کرتے تھے کہ واقعی یہ شخص فقیہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو فقہ ہی کے واسطے پیدا فرمایا تھا۔مولوی ظفر احمد صاحب نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ حضرت فقہ سے مناسبت پیدا ہونے کی کوئی صورت ارشاد فرمادیں، فرمایا مفتیوں کی عادت یہ ہے کہ صرف استفتا آنے کے وقت کتابیں دیکھتے ہیں، اس سے کام نہیں چلتا اور جواب میں بہت غلطی ہو جاتی ہے، کیونکہ اس وقت جلدی میں ایک جگہ کو دیکھ کر جواب لکھ دیتے ہیں، حالانکہ دوسرے مقام میں اسی مسئلے کے اندر تفصیل معلوم ہوتی ہے، جس سے اس واقعہ مسئولہ کا حکم بدل جاتا ہے، پس فقہ سے مناسبت پیدا کرنے کیلئے شامی اور بدائع کو بالاستیعاب دیکھنا چاہئے، ہمارے حضرت گنگوہی نے شامی کو کئی بار بالاستیعاب ملاحظہ فرمایا ہے۔اس وقت بدائع مطبوع نہیں ہوئی تھی، اب میں شامی کے ساتھ اس کے مطالعہ کو بھی ضروری سمجھتا ہوں، حقیقت میں بدائع عجیب کتاب ہے۔ایک بار فرمایا کہ جزئیات تو زیادہ شامی میں ہیں، مگر اصول اور فقہ کی لم زیادہ بدائع میں ہے کہ اس سے مناسبت ہو جائے تو

فقہ میں طبیعت چلنے لگے۔ (تذکرۃ الخلیل ۹۴)

علامہ کاسانیؒ نے جب اپنی یہ کتاب اپنے استاد کی خدمت میں پیش کی تو انہوں نے فرط مسرت میں آکر اپنی اس فقیہہ ''فاطمہ'' بیٹی کا نکاح علامہ سے کر دیا، جو اپنے والد کی کتاب ''تحفة'' کی حافظہ تھی اور اس کو اس کا مہر مقرر کر دیا، اسی لئے لوگوں میں مشہور ہو گیا۔ ''شرح تحفة وتزوج ابنته'' یعنی ان کی کتاب ''تحفة'' کی شرح کر کے ان کی بیٹی سے نکاح کر لیا بعد ازاں بعض وجوہ کی بنا پر شاہِ روم نے ان کو 'حلب'' میں نور الدین محمود کے پاس بھیج دیا، انہوں نے ان کو علاقہ ''حلادیہ'' کا والی بنا دیا۔ وہیں پہلے ان کی بیوی فاطمہ کا انتقال ہو گیا، پھر کچھ عرصے بعد بروز اتوار بعد ظہر ۱۰ رجب ۵۸۷ھ/ اگست ۱۱۹۱ء کو علامہ سانیؒ کا بھی انتقال ہو گیا اور شہر حلب سے باہر ''مقام ابراہیم الخلیل'' کے اندر اپنی بیوی کی قبر کے ساتھ مدفون ہوئے۔ ان کی تصنیفات میں بدائع کے علاوہ ''السلطان المبین في الوصول الدین'' بھی ہے۔

البحر الرائق فی شرح کنز الدقائق:

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''کنز الدقائق'' کی یہ شرح ہے۔ کنز الدقائق امام ابوالبرکات عبدالله بن احمد حافظ الدین النسفی (المتوفی ربیع الثانی ۷۱۰ھ/ ۱۳۴۱ء کی تصنیف لطیف ہے۔ موصوف نے پہلے ایک جامع متن فقہ حنفی کا تیار کیا، جس کا نام رکھا ''وافی'' پھر اپنے تحریر کردہ متن ''وافی'' کی شرح لکھی اور اس کا نام رکھا ''کافی'' اس کے بعد ''وافی'' کا مزید اختصار کیا، جس میں زیادہ تر پیش آنے والے مسائل اندراج کیا، اس متن کو انہوں نے ''کنز الدقائق'' کے نام کے ساتھ موسوم کیا موصوف فقہاء احناف میں بہت بڑی حیثیت کے مالک ہیں بعض حضرات نے ان کو فقہاء کرام کے طبقات ستہ میں سے چھٹے طبقہ میں شمار کیا ہے۔ اور بعض حضرات نے ان کو دوسرے طبقہ یعنی مجتھدین فی المذھب میں شمار کیا ہے، بلکہ یہاں تک کہا کہ یہ آخری مجتھد فی المذھب ہیں، ان کے بعد کوئی مجتھد فی المذھب پیدا نہیں ہوا، فقہ حنفی کے وہ متون جن کے مسائل دیگر شروح وحواشی وفتاویٰ کے مقابلہ میں راجح قرار دیے جاتے ہیں، ان میں سے چار متون بہت مشہور اور قابل اعتماد ہیں، جنہیں ''متون اربعہ'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ''کنز الدقائق'' ان متون اربعہ میں سے ایک ہے۔ اس سے کتاب کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے اکابر فقہاء نے اس کی شروح لکھی ہیں، لیکن ان شروح میں جو شہرت اور اعتماد ''البحر الرائق'' کو حاصل ہے، وہ دیگر شروح کو حاصل نہ ہو سکا۔ یہ شرح علامہ زین العابدین بن ابراہیم بن محمد بن نجیم کی تالیف ہے، جن کے مختصر حالات ہم نے آگے ''الأشباه والنظائر'' کے تعارف کے ذیل میں ذکر کر دیے ہیں۔ اسی کتاب میں جہاں کہیں ''قال الشارح'' ایسے الفاظ آئیں، وہاں ''شارح'' سے علامہ زیلعی صاحب ''تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق'' مراد ہوتے ہیں۔

علامہ ابن نجیمؒ اپنی اس شرح کی تکمیل نہ فرما سکے۔ ''باب الاجارۃ الفاسدہ'' تک شرح تحریر فرمائی تھی، اس کے بعد اجل نے مہلت نہ دی اور اس طرح یہ شرح نامکمل رہ گئی، بعد میں علامہ حسین بن علی الطوری (۱۱۳۸ھ/ ۱۷۲۵ء نے اس کی تکمیل فرمائی۔ البحر الرئق کی

آٹھویں جلدان ہی کی تحریر کردہ ہے جودرحقیقت اس کا تکملہ وتتمہ ہے۔

الأشباه و النظائر:

فقہ حنفی کی یہ بے نظیر کتاب، ابوحنیفہ علامہ زین العابدین بن ابراہیم بن محمد بن نجیم حنفی (م ۹۷۰ھ/ ۱۵۶۳ء) کی تالیف ہے، جس کے بارے میں علامہ چیلپیؒ فرماتے ہیں "لم یر اللحنفیة مثله" یعنی حنیفہ کے ہاں اس جیسی کتاب دیکھنے میں نہیں آئی مصنف کی پیدائش قاہرہ میں ۹۲۶ھ میں ہوئی۔ علامہ قاسم بن قطلو بغا اور شیخ شرف الدین البلقینی ایسے کبار مشائخ ان کے اساتذہ میں شامل ہیں اور ان کے شاگردوں میں ان کے بھائی علامہ عمر (م ۱۰۰۵ھ/ ۱۵۹۶ء) مصنف "النہر الفائق فی شرح کنز الدقائق، اور **علامہ محمد غزی تمرتاشي صاحب المنح** شامل ہیں۔

موصوف کا انتقال ۸ رجب ۹۷۰ھ/ ۱۵۶۳ء کو قاہرہ میں ہوا اور وہیں حضرت سید سکینہ کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔

چونکہ "الاشباہ و النظائر" میں ایجاز واختصار بہت ہے، اس لئے علماء نے فرمایا ہے کہ اس سے فتویٰ دینا جائز نہیں ہے، تاوقتیکہ اس کے حواشی نہ دیکھ لئے جائیں۔

تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق:

یہ بھی کنز الدقائق کی شرح ہے جو علامہ ابو محمد فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی کی تصنیف ہے۔ موصوف حدیث، فقہ، نحو اور فرائض کے اپنے دور میں امام تھے۔

یہ اصلاً بحر حبشہ کے ساحل پر واقع "شہر زیلع" کے باشندے تھے۔ ۷۰۵ھ میں قاہرہ تشریف لائے اور وہاں تدریس، افتا اور دیگر علوم دینیہ کی نشر واشاعت میں مشغول ہوگئے۔ موصوف کے اپنے ہم وطن مشہور محدث علامہ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی (المتوفی ۷۶۲ھ/ ۱۳۶۰ء) صاحب "نصب الرایہ" کا استاذ ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ کنز الدقائق کی یہ شرح علما کرام کے ہاں بڑی مقبول اور معتمد علیہ قرار دیجاتی ہے۔ مصر سے چھ جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔ موصوف کا انتقال رمضان المبارک ۷۴۳ھ / ۱۳۴۳ء کو ہوا اور قرافۃ الصغریٰ (جسے قرافۃ الشافعی بھی کہا جاتا ہے) میں دفن ہوئے۔ ہدایہ اور فقہ حنفی کی کتابوں میں جو "احادیث احکام" ذکر ہوئی ہیں ان کے بارے میں علامہ زیلعیؒ کی ایک کتاب "**برکت الکلام علی احادیث الاکلام**" کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔

رمز الحقائق شرح کنز الدقائق:

یہ بھی کنز الدقائق کی مختصر شرح ہے جو محدث شہیر علامہ محمود بن احمد بدر الدین الدینیؒ کی تصنیف ہے۔ ۷۸۲ھ/ ۱۳۵۱ء میں آپ قاہرہ تشریف لائے۔ حلب سے تین منزل کے فاصلے پر ایک عظیم اور خوبصورت شہر "عین تاب" کے چونکہ آپ قاضی رہے ہیں۔ اس لئے اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو "عینی" کہا جاتا ہے اور بقول بعض آپ کی ولادت بھی اسی شہر میں ہوئی ہے۔ قاہرہ میں بھی آپ

قاضی، بلکہ قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) رہے ہیں۔ تمام علوم وفنون میں بڑی مہارت اور وسعت نظر کے حامل تھے۔ خصوصاً احادیث کی تخریج اوران کی بہتر انداز سے شرح کرنے کا بڑا ملکہ آپ کا حامل تھا، چنانچہ بخاری شریف، اور شرح معانی الأثار للطحاوی کی شرحیں اس پر شاہد عدل ہیں، نیز سنن ابوداؤد کی شرح اور رجال طحاوی پر بھی ان کی کتاب موجود ہے گو تا حال یہ غیر مطبوعہ ہیں موصوف کا انتقال ۸۵۵ھ/ ۱۴۵۱ء قاہرہ میں ہوا اور جامعہ ازہر کے قریب اپنے اس ''مدرسہ بدریہ'' میں دفن ہوئے، جس کی تاسیس انہوں نے خود کی تھی اور اپنی کتابیں بھی اس میں وقف کردی تھیں۔ ان کے والد ''عین تاب'' کے قاضی تھے بعد میں یہ اپنے والد کے نائب بنادیے گئے تھے۔ ایک بار دمشق گئے اور بیت المقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے، وہیں علاؤ الدین سیرانی سے ملاقات ہوئی، وہ انہیں اپنے ساتھ قاہرہ لے آئے، قاہرہ میں قضاء کے ساتھ ساتھ مدرسہ مئویدیہ میں تدریس حدیث اور مدرسہ محمودیہ میں تدریس فقہ بھی ان کے سپرد تھی۔ بعد میں جامع ازہر کے قریب ''مدرسہ بدریہ'' کے نام سے خود اپنا مدرسہ قائم کرلیا۔ کسی حاسد دشمن کے باعث بعض مصائب میں مبتلا ہوئے تو ان سے نجات ملنے پر اس کے شکر کے طور پر موصوف نے ''رمز الحقائق شرح کنز الدقائق'' تالیف فرمائی۔

ھدایہ:

شیخ الاسلام برھان الدین بن ابی بکر المرغینانیؒ کی جامع صغیر'' کو ملا کر تیار کیا تھا اور بوقت ضرورت اس پر اضافہ بھی کیا، پھر اس کی ایک بڑی ضخیم شرح لکھی اور اس کا نام ''کفایتہ المنتھی'' رکھا، لیکن بعد میں مصنف نے محسوس کیا کہ اس شرح میں کچھ اطناب ہو گیا ہے، اس کی طوالت اور لوگوں کی کم ہمتی کے باعث کہیں یہی کتب بالکل متروک ہی نہ ہو جائے، اس لئے دوبارہ نسبتاً مختصر شرح ''ہدایہ'' کے نام سے تحریر فرمائی۔ چونکہ ''متن'' مختصر القدوری اور جامع صغیر سے مرتب ہے، اس لئے کہا جاتا ہے کہ ہدایہ درحقیقت ان دونوں کتابوں کی مفصل شرح ہے۔ علامہ چلپی فرماتے ہیں کہ مصنف کو ''ہدایہ'' کی تالیف میں ۱۳ سال کے ان پانچ دنوں کے علاوہ جن میں روزہ رکھنا ممنوع ہے، کبھی روزہ کا ناغہ نہیں کیا اور مصنف کی پوری کوشش ہوتی تھی کہ کسی کو روزہ کی اطلاع نہ ہو۔ اس کی برکت ہے کہ اس کتاب کو وہ قبولیت حاصل ہوئی جو کسی اور کتاب کو میسر نہ ہو سکی، چنانچہ ہدایہ کے بارے میں کہا گیا ہے۔

ان الھدایة کالقرآن قدنسخت ماصنفوا قبلھا فی الشرع من کتب

فاحفظ قواعدھا واسلک مسالکھا یسلم مقالک من زیغ ومن کذب

یعنی ''ہدایہ'' نے قرآن کی طرح پہلے کی تصنیف شدہ کتابوں کو منسوخ کردیا۔ لہذا اس کے قواعد کو یاد کرو اور اس کے راستوں پر چلو تو تمہاری بات جھوٹ اور کجی سے محفوظ ہو جائے گی۔ بڑے بڑے اکابر نے ہدایہ کے شروح وحواشی تحریر فرمائے ہیں۔ سب سے پہلے ہدایہ کی شرح لکھنے کا شرف امام کبیر فقیہ بے نظیر، محدث جلیل اور مفسر عظیم علی بن محمد حمید الدین (التوفی ۶۶۷ھ/ ۱۲۶۹ء) کو حاصل ہوا۔ انہوں نے ''ہدایہ'' کے مواضع مشکلہ پر تعلیقات لکھیں اور ان کا نام ''الفوائد'' رکھا، لیکن علامہ سیوطی کا کہنا ہے کہ ترکستان کے شہر ''سغناق'' کے فقیہ شہیر حسن بن علی سغناق ''ہدایہ'' کے پہلے شارح ہیں، ان کی شرح ہدایہ کا نام ''نہایہ'' ہے۔ مولانا عبدالحی فرماتے ہیں کہ میں نے

اس کا مطالعہ کیا ہے، یہ "ہدایہ" کی شرح میں سب سے بسیط اور مفصل شرح ہے۔ ممکن ہے کہ علامہ سیوطیؒ نے "الفوائد" کو اس لئے پہلی شرح شمار نہ کیا ہو کہ صرف مشکل مقامات کی شرح ہے نہ کہ ممکن کتاب کی، ورنہ وہ بہر حال مقدم ہے۔ ہدایہ کی چار جلدیں ہیں، پہلی عبادات کے بیان میں اور دوسری نکاح، طلاق، عتاق، ایمان، سیر، حدود، شرکت، لقیط، وقف وغیرہ کے بیان میں ہے اور تیسری بیوع، کفالت، حوالہ، وکالت، ادب القاضی، شہادۃ، دعویٰ، مضاربت ودیعت، ہبہ اور اجارۃ وغیرہ پر مشتمل ہے اور چوتھی جلد میں شفع، رہن، قسمت، کراہیت، احیا موات، صید وذبائح، جنایات اور وصایا وغیرہ کا بیان ہے۔ مصنف ہدایہ کا یہ انتقال ۵۹۳ھ/ ۱۱۹۷ء کو سمرقند میں ہوا۔ صاحب ہدایہ کو بعض حضرات "اصحاب ترجیح" میں شمار کرتے ہیں جب کہ بعض کا کہنا ہے کہ انہیں "مجتهدين فی المذهب" میں شمار کرنا چاہیے۔

فتح القدير للعاجز الفقير:

یہ ہدایہ کی مشہور اور متداول شرح ہے جو علامہ بن عبدالوحد کمال الدین کی تالیف ہے جو ابن الہمام سے مشہور ہے۔ علامہ ابن ہمام کے والد بلاد روم کے علاقہ "سیواس" کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے قاہرہ تشریف لے گئے، پھر اسکندریہ کے قاضی مقرر ہوئے، وہیں نکاح کیا اور ۷۸۸ھ یا ۷۹۰ھ میں علامہ ابن ہمام کی پیدائش ہوئی۔ موصوف کو تمام دینی علوم بالخصوص تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، نحو اور کلام اور مطق میں یدطولیٰ حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن نجیم نے ان کو اصحاب ترجیح فقہاء میں شمار کیا ہے اور بعض نے ان کو اہل اجتہاد میں شمار کیا ہے۔ موصوف اپنی اس شرح کو مکمل نہ فرما سکے۔ کتاب الوکالۃ کے کچھ ابتدائی حصے تک شرح فرمائی ہے۔ بعد میں مفتی شمس الدین احمد بن قدور معروف بہ "قاضی زادہ رومی" التوفی ۱۵۸۰ء نے اس کی تکمیل فرمائی اور اپنے اس تکملہ کا نام "نتائج الافكار في كشف الرموز والاسرار" رکھا، کیونکہ بقول ان کے ۳ ہزار ایسی تحقیقات ہیں، جو ان پہلے کسی قلم سے نہیں نکلیں، صرف ان ہی کے نظر وفکر کا وہ نتیجہ ہیں۔ علامہ ابن ہمام کی شرح سات جلدوں اور اس کا تکملہ ۳ جلدوں میں مصر سے طبع ہو چکا ہے، اس طرح فتح القدیر مع تکملہ دس جلدوں پر مشتمل ہوگئی ہے۔ فتح القدیر کے ساتھ حاشیہ پر ہدایہ کی دو اور شرحیں بھی چھپی ہوئی ہیں ایک "عنایہ" علامہ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی التوفی ۷۸۶ھ/ ۱۴۵۷ء کی اور دوسری "کفایہ" علامہ جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی کی۔ علامہ ابن ہمام کا انتقال قاہرہ میں ۷ رمضان ۸۶۱ھ/ ۱۴۵۷ء کو ہوا۔ موصوف صاحب کشف وکرامت صوفی بھی تھے۔ خلافِ مذہب ان کے تفردات پر فتویٰ نہیں دیا جاتا۔

غنية ذوى الأحكام في بغية درر الحكام:

یہ دررالحکام کا حاشیہ ہے "دررالحکام" علامہ محمد بن فراموز الشہیر بہ "مولیٰ خسرو، ملاخسرو" کی تصانیف ہیں۔ جو محمد خان بن مراد خان کے دور خلافت میں فوج کے قاضی تھے، بعد میں قسطنطنیہ کے قاضی بنا دیے گئے تھے، علوم عقلیہ اور نقلیہ کے بحر زخار تھے۔ موصوف نے پہلے ایک متن "غرر الاحکام" کے نام سے تالیف فرمایا، بعد ازاں خود ہی اس کی شرح لکی اور اس کا نام رکھا "درر الحكام فی شرح

غرر الاحکام''، اس کی تالیف بروز ہفتہ ۱۲ ذی قعدہ ۸۷۷ھ کو شروع ہوئی اور ہفتہ ہی کے روز ۲ جمادی الاولیٰ ۸۸۳ھ کو اختتام پزیر ہوئی۔ ''ملاخسرو'' کے نام کے ساتھ مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے والد اصلاً غیر مسلم رومی تھے، بعد میں وہ اسلام لائے اور اپنی ایک لڑکی کا نکاح ایک ''خسروں'' نامی حاکم کے ساتھ کر دیا۔ باپ کے انتقال کے بعد یہ اپنے بہنوئی ''خسرو'' کے پاس اپنی بہن کے ساتھ رہنے لگے اور لوگ انہیں ''اخوزوجة خسرو''یعنی خسرو کی بیوی کا بھائی کہنے لگے۔ رفتہ رفتہ ''اخوزوجہ'' کے لفظ کثرت استعمال سے حزف ہو گئے اور ان کو ''ملاخسرو'' ہی کہا جانے لگا۔ موصوف کا انتقال ۸۸۵ھ/ ۱۴۸۰ء کو قسطنطنیہ میں ہوا۔ ''درر الحکام'' کا یہ حاشیہ ''غنیۃ ذوی الاحکام'' ابوالاخلاص حسن بن عمار مصری شرنبلالی کی تصنیف ہے ''مصر'' کے قریب ایک شہر ''شرابلولۃ'' کے رہنے والے تھے۔ اسی شہر کی طرف نسبت کرتے ہوئے خلاف قیاس ان کو ''شرنبلالی'' کہا جاتا ہے۔ اپنے زمانے کے بہت بڑے فقیہ تھے اور متعدد کتابوں کے مصنف، مثلاً نورالایضاح اور اس کی شرح ''امداد الفتاح'' پھر اس شرح کا اختصار کیا ''مراقی الفلاح'' کے نام سے اور متفرق مسائل میں چھوٹے چھوٹے ۶۰ رسائل تالیف فرمائے۔ ''درر الحکام'' کا یہ حاشیہ ان کتابوں میں سب سے زیادہ مہتم بالشان ہے، اس کی تالیف سے مصنف ۱۰۳۵ھ/ ۱۶۲۶ء کے اواخر میں فارغ ہوئے، موصوف کا انتقال رمضان ۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۹ء میں ہوا۔

فتاویٰ انقرویہ:

یہ شیخ الاسلام مولا محمد بن حسن انکوری کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ موصوف ترکی علماء میں مشہور حنفی فقیہ ہیں، ان کی کوریہ (انقرہ) میں پیدائش ہوئی۔ اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے ''انکوری'' یا ''انقروی'' کہا جاتا ہے۔ قسطنطنیہ میں تعلیم حاصل کی۔ مصر، قسطنطنیہ وغیرہ میں قاضی رہے بعد میں انہیں ترکی حکومت میں ''شیخ الاسلام'' بنا دیا گیا، لیکن اس کے بعد جلد ہی کی وفات ہوگئی۔ تقریباً ۷۰ سال کی عمر میں ۱۰۹۸ھ / ۱۶۸۷ء میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ علامہ چلپی فتاویٰ انقرویہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ علماء کرام اور فقہاء عظام کے ہاں مقبول ہے۔ ۲ جلدوں میں مصر سے طبع ہو چکا ہے۔

فتاویٰ ظهیریہ:

یہ فتاویٰ فقیہ شہر محمد احمد بن عمر ظہیر الدین بخاری کی تصنیف ہے، جو اپنے زمانے میں علوم دینیہ کے اندر یکتا روزگار تھے، نیز ''بخاریٰ'' کے محتسب بھی تھے۔ ابتداء تحصیلِ علم اپنے والد سے کی، بعد ازاں دیگر اکابر و افاضل عصر سے یہاں تک کہ آخر میں صاحب خلاصۃ الفتاویٰ کے ماموں علامہ ظہیر الدین حسن بن علی بن عبدالعزیز غینانی کے پاس پہنچے، جو انکی صلاحیت کے باعث دیگر طلباء طلبا پر ان کو فوقیت دیتے اور ان کا خصوصی احترام فرماتے تھے۔ صاحب فتاویٰ ظہیریہ کا انتقال ۶۱۹ھ/ ۱۶۲۲ء میں ہوا۔ علامہ لکھنوی فرماتے ہیں کہ میں نے ''فتاویٰ ظہیریہ'' کا مطالعہ کیا ہے۔ میں نے اس کو ایک معتبر کتاب اور فوائد کثیرہ کا حامل پایا ہے۔ بعض حضرات نے اس کتاب کو موصوف کے استاذ ظہیر الدین بن حسن بن علی بن عبدالعزیز مرغینانی کی طرف اور بعض نے استاذ کے والد علی بن عبدالعزیز مرغینانی کی طرف

منسوب کیا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ غلطی کا سبب یہ ہے کہ ان دونوں باپ بیٹوں کا لقب بھی ظہیر الدین ہے۔ فرق کے لئے باپ کو ظہیر الدین کبیر اور بیٹے کو ظہیر الدین صغیر کہا جاتا ہے۔ علامہ لکھنوی نے اس غلطی کو مفصل طور پر ''علی بن عبدالعزیز'' کے ترجمے کے ذیل میں الفوائد البہیہ ص ۱۲۱ پر ذکر فرمایا ہے۔

فتاویٰ قاضی خان:

یہ امام کبیر حسن بن محمود فخر الدین اوزجندی فرغانی معروف بہ ''قاضی خان'' کی تصنیف ہے۔ انہیں علوم دینیہ خصوصاً فقہ قطلو بغا نے فرمایا ہے کہ ان کی تصحیح دوسروں کی تصحیح پر مقدم ہے، کیونکہ یہ ''فقیہ النفس'' ہیں اور علامہ چلپی ان کی کتاب ''فتاویٰ قاضی خان'' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ مشہور مقبول ہے اور علماء وفقہاء کے ہاں متداول ہے اور اس قابل ہے کہ ہر وقت قاضی ومفتی کے پیش نظر رہے۔

اس فتاوی میں امام قاضی خان کا دستور یہ ہے کہ اگر کہیں کسی مسئلہ کے سلسلے میں متاخرین کے متعدد اقوال نقل کرتے ہیں، تو جو قول ان کے نزدیک راجح اور زیادہ قابل اعتماد ہوتا ہے اسے وہ سب سے پہلے ذکر کرتے ہیں۔ اس اصول کو انہوں نے خود اپنے فتاویٰ کے خطبے میں ذکر فرمایا ہے۔ مصنف ''فرغانہ'' کے قریب اصبہان کے اطراف میں ایک شہر ''اوزجند'' کے رہنے والے قاضی خان صاحب ''خلاصة الفتاویٰ'' کے ماموں اور صاحب ''فتاویٰ ظهیریة'' کے استاذ علامہ ظہر الدین حسن بن علی مرغینانی کے شاگرد ہیں۔ قاضی خان کے شاگردوں میں جمال الدین ابوالحامد محمود حصیری بخاری شارح سیر کبیر وزیادات اور شمس الائمہ محمد کردری جیسے اکابر شامل ہیں موصوف کا انتقال نصف رمضان کی شب کو ۵۹۲ھ/ ۱۱۹۶ء میں ہوا۔ یہ فتاویٰ چار جلدوں میں کلکتہ سے اور مصر سے فتاویٰ عالمگیری کی پہلی تین جلدوں کے حاشیے پر چھپ چکا ہے۔

الفتاویٰ المهدیه فی الوقائع المصریه:

یہ شیخ محمد عباس مہدی مصری کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ ان کے والدہ کا جب انتقال جب ہوا ان کی عمر اس وقت تین سال تھی معاشی حالت ناگفتہ بہ تھی، لیکن بایں ہمہ انہوں نے بڑی محنت سے جامعہ ازہر میں تعلیم حاصل کی ۲۱ سال کی نوعمری میں ان کو منصب افتاء کا اعزاز حاصل ہوا۔ نوعمری کے باعث ان پر بہتوں کو حسد بھی ہوا، لیکن یہ ان کے حق میں اس طور سے مزید مفید ثابت ہوا کہ وہ اپنے فتاویٰ انتہائی محنت اور جانفشانی سے لکھتے اور حتی الامکان تحقیق کا حق ادا کرنے کی پوری کوشش فرماتے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے دور میں اس منصب کے اہل ترین فرد بن گئے۔

۱۲۸۷ھ میں ان کو افتا کے ساتھ ساتھ ''شیخ الاسلام'' ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اس منصب کی ذمہ داریوں سے بھی وہ بڑے حسن وخوبی سے عہدہ برا ہوئے۔ تقریباً ۵۲ سال تک انہوں نے افتاء کا کام کیا ہے اور ۱۸ سال تک ''شیخ الاسلام'' کے عہدہ پر فائز رہے ہیں۔ ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۸ء میں مصنف نے داعی اجل کو لبیک کہا اور ''قرافة المجاورین'' میں دفن ہوئے۔ مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ

نے اس فتاویٰ کی ایک خصوصیت کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ حنفیہ کی کتابوں میں سے، جس کتاب نے واقف کے مسائل کو سب سے زیادہ شرح وبسط اور انضباط کے ساتھ بیان کیا ہے وہ فتاویٰ مہدویہ ہے۔(البلاغ مفتی اعظم نمبر ص ۴۰۲)

لسان الحكام فی معرفة الاحكام:

یہ کتاب امام ابوالید ابراہیم بن محمد معروف بہ ابن شحنہ حلبی کی تالیف ہے۔موصوف نے قضا اوراس کے متعلقات کے بیان کے لئے یہ کتاب ترتیب دی تھی اوراس کو تیس فصلوں پر تقسیم کیا تھا، جس کی اجمالی فہرست موصوف نے دیباچہ میں ذکر کی ہے۔لیکن ابھی اپنی کتاب کی ۲۱ فصلیں ہی لکھ پائے تھے کہ وقت موعود آپہنچا اور آپ کتاب کو اسی نامکمل حالت میں چھوڑ کر خالق حقیقی سے جا ملے۔موصوف کا انتقال ۸۸۲ھ/ ۱۴۷۸ء کو ہوا۔موصوف ''حلب'' کے قاضی اور وہاں کی ''جامع اموی'' کے خطیب تھے۔پھر اس کا تکملہ شیخ برہان الدین ابراہیم الخالفی العدوی نے لکھا اوراس کا نام ''غاية المرام فی تتمة لسان الحكام'' رکھا، عام طور پر یہ دونوں کتابیں معین الحکام اور لسان الحکام مع تکملہ اکٹھے ہی چھپی ہیں۔میرے سامنے جو نسخہ ہے، اس میں ص ۲۱۴ تک معین الحکام ہے، ص ۲۱۵ سے لسان الحکام شروع ہوتی ہے اور ص ۳۷۹ سے آخر کتاب تک اس کا تکملہ ہے۔قاضی حضرات کو معین الحکام کے ساتھ ساتھ لسان الحکام مع تکملہ بھی ضرور مطالعہ کرنی چاہیے۔

مبسوط:

یہ امام ابوبکر محمد بن احمد شمس الائمہ سرخسیؒ کی تصنیف ہے، جسے انہوں نے محض اپنے حافظہ کی مدد سے ''اوزجند'' کے قید خانہ کے اندر ایک کنویں میں محبوس ہونے کے زمانے میں اپنے شاگردوں کو املا کرایا تھا، جو کنویں کے کنارے پر بیٹھے ہوتے تھے۔یہ کتاب ۳۰ جلدوں میں مصر سے طبع ہو چکی ہے۔اس عظیم کتاب سے امام شمس الائمہ کے رسوخ فی العلم اور تمام مسائل کی مکمل تفصیلات کے استحضار کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے ابن کمال پاشا نے ان کو ''مجتہد فی المسائل'' کے طبقے میں شمار کیا ہے۔امام سرخسیؒ شمس الائمہ حلوانی (المتوفی ۴۴۸ھ/۱۰۵۶ء) کے خصوصی شاگرد تھے۔قید کی وجہ ان کی وہ نصیحت تھی، جو انہوں نے کسی غیر مناسب کام پر بادشاہ وقت کو کی تھی مبسوط میں کسی کسی مقیم پر اختتام بحث کے موقع پر اپنے محبوس ہونے کا ذکر بھی کر دیتے ہیں، مثلاً عبادات کے بیان کے آخر میں فرماتے ہیں، هذا آخر شرح العبادات باوضح المعانی و اوجز العبارات املاء المحبوس عن الجمع و الجماعات ۔موصوف کے سن وفات میں اختلاف ہے، بقول بعض ۴۹۰ھ/ ۱۰۹۶ء اور بقول بعض ۵۰۰ھ/ ۱۱۰۶ء کے لگ بھگ۔

فتاویٰ عالمگیریه:

متحدہ ہندوستان میں مشہور مغل فرماں رواں عالمگیر (المتوفی ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء نے جب باقاعدہ گی سے شریعت کا نفاذ ہندوستان میں کیا تو اس نے محسوس کیا کہ کئی باتیں ایسی ہیں جن میں اصل شرعی مسئلہ تک پہنچنے میں دقت ہوتی ہے، کیونکہ ایسی کوئی جامع کتاب موجود نہیں

ہے، جس میں تمام جزئیات اور نئے پیش آنے والے مسائل کا حل مذکور ہو، اس لئے انہوں نے ملک کے چیدہ چیدہ منتخب علما کرام کا ایک بورڈ شیخ نظام الدین برہانپوری کی سربراہی میں تشکیل دیا۔ جس نے آٹھ سال کے عرصے میں اس فتاویٰ کی تدوین کا کام مکمل کیا۔ عالمگیرؒ اس کی تدوین میں خود شریک رہے۔ روزانہ کا مرتب کردہ حصہ ملا نظام سے پڑھوا کر روزانہ سنتے تھے اور بوقت ضرورت اس پر جرح قدح بھی فرماتے تھے تاکہ مسئلہ میں کوئی ابہام وغیرہ باقی نہ رہے۔ فتاویٰ عالمگیری کے متعلق ''معارف'' (اعظم گڑھ) کے ایک مضمون نگار لکھتے ہیں۔ ''حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کی ترتیب اس محنت اور احتیاط کے ساتھ کی گئی ہے کہ جو مسائل قاضی یا مفتی کو پیش آسکتے ہیں، ان کے متعلق مشہور فقہا کی رائے بغیر کسی دشواری کی دستیاب ہوسکتی ہے۔'' اسی کو ''فتاویٰ ہندیہ'' بھی کہا جاتا ہے۔

فتاویٰ بزازیہ:

یہ کتاب محمد بن محمد کردری خوارزمی کی تالیف ہے۔ موصوف اپنے زمانے میں علم اصول وفروع اور دیگر علوم دینیہ میں یکتائے روزگار تھے، زیادہ تر علم والد ماجد سے ہی حاصل کیا۔ پہلے آپ ''لعل'' کے قریب شہر ''قدیم'' تشریف لے گئے، یہاں پر چند سال رہ کر واپس اپنے علاقے میں تشریف لے آئے۔ پھر یہاں سے روم تشریف لے گئے، لیکن ''روم'' تشریف بری سے پیشتر انہوں نے اپنی کتاب ''الجامع الوفیز'' مرتب فرمالی تھی اس کی تالیف سے ۸۱۲ھ/ ۱۰-۱۴۰۹ء میں فارغ ہوئے جو آج کل ''فتاویٰ بزازیہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کتاب متعدد بار چھپ چکی ہے۔ ہمارے پیش نظر وہ نسخہ ہے، جو ۶ جلدوں میں مصر سے شائع ہونے والے فتاویٰ عالمگیریہ کی آخری ۳ جلدوں کے حاشیہ پر چھپا ہوا ہے۔ جب کہ پہلی تین جلدوں کے حاشیہ پر فتاویٰ قاضی خان چھپا ہوا ہے۔ مؤلف فتاویٰ بزازیہ کا انتقال ۸۲۷ھ/ ۱۴۲۴ء کو ہوا، یہ کتاب بھی علما کے ہاں بڑی معتبر اور معقول ہے یہاں تک کہ صاحب کشف الظنون نقل فرماتے ہیں مفتی ابوالسعود سے کہا گیا کہ آپ فقہ میں اہم اور زیادہ پیش آنے والے مسائل پر مشتمل کوئی کتاب کیوں نہیں تالیف فرماتے، تو انہوں فرمایا کہ صاحب بزازیہ سے شرم کے باعث، کہ ان کی کتاب کے ہوتے ہوئے میری تالیف کرنے کی حاجت نہیں ہے۔

جامع الفصولین:

یہ شیخ بدرالدین محمود بن اسماعیل معروف بہ ''ابن قاضی سماوہ'' کی تصنیف ہے۔ چونکہ یہ صرف معاملات سے متعلق مسائل پر مشتمل ہے اس لئے ہمیشہ یہ قاضیوں اور مفتیوں کے پیش نظر رہی ہے۔ درحقیقت یہ کتاب کچھ اضافات کے ساتھ دو کتابوں کا مجموعہ ہے۔ ایک ''الفصول الاستروشنیۃ'' جو قاضیوں کو کثرت سے پیش آنے والے قضا اور دعویٰ سے متعلق مسائل پر مشتمل ہے اور تیس فصلوں پر منقسم ہے یہ شیخ مجدالدین محمد بن محمود استروشنی المتوفی ۶۳۲ھ/ ۴-۱۲۳۵ء کی تصنیف ہے۔ سمرقند میں وہ اس کی تالیف سے ۶۵۱ھ/ ۱۲۵۳ء میں فارغ ہوئے تھے۔ ابن قاضی سماوہ نے ان دونوں کو اس طرح جمع کردیا کہ مکررات کو حذف کرکے کچھ ضروری مسائل کا اضافہ بھی کردیا۔ مصنف کے والد بلاد روم میں قلعہ ''سماوہ'' کے قاضی تھے۔ یہ کتاب چالیس فصلوں پر مشتمل ہے۔ جو نسخہ اس وقت ہمارے سامنے

ہے اسمیں جامع الفصولین کے ساتھ ہی خیر الدین رملی کے حواشی بھی ہیں، جوانہوں نے جامع الفصولین پر لکھے ہیں، نیز حاشیہ پر جامعہ الصغار چھپی ہوئی ہے اوراس کے ختم ہونے کے بعد حاشیہ پر ہی آداب الاوصیاء چھپی ہے۔

السیر الصغیر:

یہ امام ابوحنیفہؒ المتوفی ۱۵۰ھ/۷۶۷ء کے شاگرد اور فقہ حنفی کے مدون اول امام محمد بن الحسن الشیبانی کی تصنیف ہے۔امام محمد کا خاندان اصلاً دمشق کا رہنے والا ہے۔ان کے والد عراق تشریف لے آئے۔"واسط" میں ۱۳۲ھ؍۷۵۰ء میں امام محمد کی ولادت ہوئی اور نشونما "کوفہ" ہی میں حدیث کا درس آپ نے امام ابوحنیفہ، مسعر بن کدام اور سفیان ثوری وغیرہ سے لیا، امام مالک، اوزاعی، بکیر بن عمار اور امام ابو یوسف سے بھی آپ احادیث روایت کرتے ہیں، پھر بغداد میں سکونت اختیار کرلی، آپ کے شاگردوں میں امام شافعی، ابوسلیمان جوز جانی اور ابوعبیدہ قاسم بن سلام ایسے اکابر شامل ہیں۔آپ کچھ عرصے کے لئے "رقہ" کے قاضی بھی رہے۔خلیفہ ہارون رشید نے جب پہلی بار "رے" کا سفر کیا تو امام محمد کو بھی اپنے ہمراہ لے گیا، وہیں پر ۵۸ سال کی عمر میں ۱۸۹ھ/۸۰۵ء میں آپ کا انتقال ہوگیا۔ موصوف کثیر التصانیف آدمی تھے۔آپ کی کل تصانیف ۹۹۰ تھیں۔جن میں سے بیشتر مرورِ زمانہ کے باعث تلف ہوگئیں، جو باقی بچیں ،ان میں جو کثرت اور تسلسل کے ساتھ علماء فقہا کے پڑھنے پڑھانے میں آتی رہیں ان کو "ظاہر الروایۃ" کہا جاتا ہے اور بقیہ کو "نادر الروایۃ" قرار دیا جاتا ہے۔فقہ حنفی کا مدار "ظاہر الروایۃ" کتابوں پر ہے، جو تعداد میں ۶ ہیں یعنی سیر صغیر، جامع صغیر، جامع کبیر الأصل اور زیادات۔

"سیر صغیر" کو امام محمد نے چوں کہ امام ابوحنیفہؒ سے روایت کیا تھا، اس لئے اسے "سیر ابی حنیفہؒ" بھی کہا جاتا ہے۔چنانچہ "سیر صغیر" جب امام اوزاعی نے دیکھی تو فرمایا "**مالا هل العراق والتصنیف فی هذا الباب**" یعنی ان مسائل کا علم اہل عراق کو نہیں، اس موضوع پر وہ لکھ سکتے ہیں، نیز اس کا رد انہوں نے لکھا: "**الرد علی سیر ابی حنیفہؒ**" کے نام سے۔جس کا جواب ابو یوسفؒ نے دیا اور اس کا نام رکھا "**الرد علی سیر الاوزاعی**" جو طبع بھی ہو چکا ہے۔

السیر الکبیر:

یہ بھی امام محمدؒ کی تصنیف ہے۔موصوف کو جب ان کی تصنیف "سیر صغیر" پر امام اوزاعیؒ کا تبصرہ معلوم ہوا تو پھر انہوں نے ایک مبسوط اور مفصل کتاب اسی موضوع پر تحریر فرمائی، جس کے بارے میں امام اوزاعیؒ نے فرمایا تھا کہ اہل عراق کو "سیر" کے مسائل کا کیا علم؟ یہ کتاب جب امام اوزاعی کو پہنچی تو انہوں نے اس کا مطالعہ کیا اور متحیر اور ششدر ہو کر فرمایا کہ اگر اس کتاب میں احادیث مبارک نہ ہوتیں تو میں کہتا کہ یہ شخص علم خود تیار کرلیتا ہے۔یہ کتاب امام شمس الائمہ سرخسی کی شرح کے ساتھ ۴ جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔

کتاب الأصل: یہ امام محمدؒ کی سب سے پہلی تصنیف ہے اور اسی بنا پر اس کا نام "الاصل" رکھا گیا ہے۔یہ درحقیقت امام محمدؒ کی متعدد

تصانیف کا مجموعہ ہے۔امام موصوف نے مختلف ابواب فقہ پر ایک ایک مستقل کتاب تحریر فرمائی تھی، مثلاً کتاب الصلوۃ کتاب الزکوۃ، وغیرہ اس طرح تقریباً ۶۰ کتاب تالیف فرمائی تھیں۔ان ہی کا مجموعہ ''کتاب الاصل'' کہلاتا ہے۔اسی کتاب کو دیکھ کر اہل کتاب میں سے ایک حکیم یہ کہہ کر مسلمان ہو گیا تھا، کہ ''ھذا کتاب محمد کم الاصغر ،فکیف کتاب محمد کم الاکبر''یعنی یہ تمہارے چھوٹے محمد کی کتاب ہے، تو تمہارے بڑے محمد ﷺ کی کتاب کا کیا حال ہوگا اور یہی وہ کتاب ہے جسے امام شافعیؒ نے حفظ کیا تھا اور پھر اسی نہج پر اپنی کتاب ''الام'' کو تالیف فرمایا یہ کتاب پانچ ضخیم جلدوں میں اب پاکستان میں طبع ہوگئی ہے۔دیگر کتابوں کی بہ نسبت زیادہ مفصل ہونے کے باعث اس کو ''مبسوط'' بھی کہا جاتا ہے۔

الجامع الصغیر :

یہ بھی امام محمدؒ کی تالیف ہے اس کا سبب یہ تالیف ہوا کہ امام ابو یوسف (المتوفی ۱۸۲ھ/ ۷۹۸ء نے امام محمد سے فرمایا کہ جو مسائل امام ابوحنیفہؒ کے، میرے روایت سے تم کو پہنچے ہیں ان کو یکجا جمع کر دو۔امام محمدِ نے یہ کتاب مرتب فرما کر پیش فرما دی، اس میں ۱۵۳۲ مسائل درج ہیں۔امام ابو یوسفؒ نے دیکھ کر تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ واہ ! میری روایت کو خوب یاد رکھا، لیکن ۳ مسائل میں تم نے غلطی کی ہے امام محمدؒ نے فرمایا میں نے غلطی نہیں کی، بلکہ آپ اپنی روایت بھول رہے ہیں۔امام ابو یوسفؒ باوجود جلالت شان کے اس کا تب کو سفرو حضر میں اپنے سے جدا نہیں کرتے تھے۔یہ کتاب بھی پہلی بار ٹائپ پر کراچی سے حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔

الجامع الکبیر :

یہ بھی امام محمدؒ کی تصنیف ہے، لیکن دیگر کتابوں کی بہ نسبت یہ زیادہ دقیق ہے، بغیر کسی محقق آدمی کی مفصل شرح دیکھے ہوئے، بات کی تہ تک پہنچنا دشوار ہے۔اس لئے اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کی مثال ایسی ہے، جیسے کوئی شخص بلندی پر گھر تعمیر کرے اور ساتھ ساتھ سیڑھیاں بناتا جائے، جب اس کی تعمیر مکمل ہو جائے تو نیچے اتر کر سب سیڑھیاں توڑ ڈالے اور کہے کہ لیجیے چڑھیے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ شاید امام محمدؒ نے اس کو اس لئے تالیف فرمایا تھا تا کہ یہ ایک کسوٹی بن جائے۔فقہا کی عظمت کو معلوم کرنے اور ان کے ملکہ استنباط کو دریافت کرنے کے لئے یہ کتاب بہت اہم ہے۔اس لئے بڑے بڑے فقہانے اس کی شرح لکھی ہے۔یہ کتاب لاہور سے طبع ہو چکی ہے۔

زیادات :

یہ بھی امام محمدؒ کی تصنیف ہے۔اس کی وجہ تسمیہ امام قاضی نے یہ ذکر فرمائی ہے کہ ''جامع کبیر'' کی تصنیف کے بعد کچھ اور مسائل کا ذکر موصوف نے مناسب جانا تو ان کو علیحدہ مستقل صورت میں جمع فرما دیا اس کا نام رکھ دیا ''زیادات'' پھر اس کی تکمیل کے بعد مزید کچھ مسائل الزیادات کے نام سے جمع فرمائے۔''زیادات الزیادات'' بہت مختصر کتاب ہے، کل سات باب پر مشتمل ہیں ان دونوں کتابوں کی شرحیں بھی بہت سے اکابر نے لکھی ہے۔''زیادات'' تو تا حال غیر مطبوعہ ہے، لیکن ''زیادات الزیادات'' شمس الائمہ سرخسی اور امام

ابونصر احمد بن محمد العتابی البخاری المتوفیٰ (۵۸۶ھ/۱۱۹۰ء) کی شرحوں کے ساتھ لاہور سے طبع ہو چکی ہے۔ چونکہ ''زیادات الزیادات'' دراصل ''زیادات'' ہی کا تکملہ اور تتمہ ہے، اس لئے یہ بھی ''ظاهر الرواية'' کتابوں میں شامل ہے۔

کتاب الحجة علی أهل المدينة:

یہ بھی امام محمدؒ کی تصنیف ہے۔ اس کا سبب تألیف یہ ہے کہ جب امام محمدؒ مدینہ منورہ علی ساکنھا الصلوۃ والسلام تشریف لے گئے، تا کہ ''موطا'' کا سماع امام مالکؒ سے کریں اور اس دوران وہاں کے دیگر محدثین سے بھی احادیث کا سماع کیا، تو وہاں کے علماء کرام سے ان مسائل پر بحث مباحثہ بھی ہوا، جو احناف اور ان کے درمیان مختلف فیہ تھے۔ اس لئے امام محمدؒ نے اس وقت اپنے مؤقف پر دلائل کتابی صورت میں جمع فرمادیئے، پھر جب آپ مدینہ منورہ سے واپس عراق تشریف لائے تو اس کتاب کو ان کے شاگردوں نے ان سے روایت کیا۔ اس وقت جو نسخہ اس کتاب کا دستیاب ہے، وہ امام محمدؒ کے شاگرد عیسیٰ بن ابان (المتوفیٰ ۲۲۱ھ/۸۳۶ء) کی روایت سے ہے اس کتاب کا مکمل نسخہ تاحال دستیاب نہیں ہے، جو حصہ دستیاب ہے اندازہ ہے کہ وہ اصل کتاب کا نصف حصہ ہے۔ بہر حال جو حصہ دستیاب ہے، وہ دارالعلوم دیوبند کے سابق مفتی سید مہدی حسنؒ (المتوفی ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء) کی تعلیقات وحواشی کے ساتھ ۴ جلدوں میں لاہور سے بھی طبع ہو چکا ہے۔ امام محمدؒ کی مندرجہ بالا تمام کتابیں اولاً حیدرآباد دکن کے ادارہ ''دار المعارف النعمانیه'' کی طرف سے علامه ابوالوفاء افغانیؒ کی کوششوں سے طبع ہوئی تھیں۔ بعد میں جہاں کہیں سے طبع ہوئی ہیں، اسی سابقہ ایڈیشن کی عکسی طباعت ہے

تنویر الأبصار:

یہ علامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد الخطیب تمرتاشی الغزی کی تصنیف ہے۔ یہ ایک انتہائی جامع اور مختصر متن ہے۔ یہ فلسطین کے علاقہ ''غزہ'' کے رہنے والے تھے۔ علامہ ابن نجیم مصری صاحب ''البحر الرائق'' کے شاگرد تھے۔ علوم دینیہ بالخصوص فقہ وفتاویٰ میں یکتائے روزگار تھے۔ متعدد ضخیم کتابیں اور کئی چھوٹے رسائل آپ کی یادگار ہیں۔ آپ کی تصنیف میں ''تنویر الابصار'' کو بہت شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی اور متعدد علماء نے اس کی شروح وحواشی لکھے۔ اس کی شرحوں میں سب سے زیادہ مشہور ''درمختار'' ہے جس کا تعارف اس سے پیشتر ہم کر چکے ہیں۔ مصنف تنویر الابصار کا انتقال ۱۰۰۴ھ/۱۵۹۶ء کو ہوا۔

مختصر الوقايه:

امام برہان الشریعة محمود بن صدر الشريعة الاوّل نے ایک کتاب ''وقاية الرواية فی مسائل الهداية'' اپنے نواسے صدر الشریعة الثانی عبیداللہ بن مسعود المتوفی ۷۴۵ھ/۱۳۴۵ء کے لئے مرتب فرمائی تھی۔ یہ کتاب علماء وفقہاء کے درمیان بہت مقبول ہوئی، متعدد اکابر نے اس کی شرحیں لکھیں۔ خود مصنف کے نواسے صدر الشريعة الثانی عبیداللہ بن مسعود نے بھی اس کی شرح لکھی۔ آج کل جب شرح وقایہ کا لفظ بولا جاتا ہے تو انہی کی شرح مراد ہوتی ہے۔ صدر الشريعة الثانی نے شرح لکھنے کے علاوہ

''وقاية الروايه فى مسائل الهدايه'' کا ایک اختصار لکھا۔اس ''مختصر الوقايه'' کا نام انہوں نے'' نقايه مختصر الوقايه'' رکھا، یہ متن انتہائی مختصر اور عمدہ ہے اور علماء کرام کے ہاں بہت مقبول ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کی شرح متعدد اکابر علماء نے لکھی ہے،''نقایہ'' کی شرحوں میں سے ایک بہت اہم اور نفیس شرح ملاعلی قاریؒ التوفی ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۶ء) کی تصنیف ہے، جو حال ہی میں کراچی سے دو ضخیم جلدوں میں شائع ہوگئی ہے۔اس شرح کی خصوصیت یہ ہے کہ ملاعلی قاری نے اثبات مسائل میں اس کا بڑا اہتمام فرمایا ہے کہ حتیٰ الوسع احادیث پاک سے پیش فرمائے جائیں۔

فتاویٰ تاتارخانیہؒ:

امیر تاتارخان دہلوی، فیروز شاہ تعلق کے دور حکومت میں ایک اہم رکن سلطنت تھے۔وہ بڑے عالم فاضل اور تفسیر،حدیث،فقہ اور اصل میں بڑا امتیاز مقام رکھتے تھے، نیز بڑے اونچے اخلاق و کردار کے حامل تھے۔شریعت مطہرہ کے سخت پابند، امراء حکام کا شدید محاسبہ کرنے والے تھے۔ان کی صحبت میں ہمیشہ علماء وفضلا کا مجمع رہتا اور وہ اس پاکباز طبقہ کا بہت احترام فرماتے تھے۔انہوں نے اپنے دور کے ایک بہت بڑے علوم عربیہ اور فقہ واصول کے عالم شیخ فریدالدین عالم بن علاء اندرپتی (التوفی ۷۸۶ھ/۱۳۸۴ء) کو حکم دیا کہ فقہ حنفی کی ایک جامع کتاب مرتب کریں اور اختلافی مسئلہ میں تمام اقوال مختلفہ نقل کردیں اور ساتھ ہی اختلاف کرنے والے علماء،فقہاء کی تصریح کردیں چنانچہ امیر تاتارخان کے حکم کے بعد شیخ عالم بن علاء نے ایک بڑی ضخیم کتاب مرتب کردی اور اس کا نام''زادالسفر''اور ''زاد المسافر فى الفروع'' رکھا گیا۔لیکن چونکہ اس کی ترتیب وتسوید امیر تاتارخان دہلوی کے حکم سے ہوئی تھی،اس لئے اس کی زیادہ شہرت''فتاویٰ تاتارخانیہ'' کے نام سے ہوئی۔معلوم ہوا ہے کہ اب دہلی میں اس کی طباعت ہورہی ہے اور ایک جلد طبع بھی ہوگئی ہے۔واللہ اعلم۔

فتاویٰ حمادیہ:

یہ مفتی رکن الدین ناگوری بن حسام الدین ناگوری کی تصنیف ہے، جو علاقہ گجرات (کاٹھیاوار) کے ایک مشہور شہر''نہروالہ'' میں منصب افتاء پر فائز تھے۔یہ کتاب انہوں نے اپنے ہی علاقہ کے قاضی القضاۃ قاضی حمادالدین بن محمد اکرم گجراتی کے حکم پر تالیف فرمائی۔اس کی تالیف میں ان کے صاحبزادے مفتی داؤد بن مفتی رکن الدین ناگوری بھی اپنے والد کے ساتھ شامل رہے۔''فتاویٰ حمادیہ'' کے مقدمہ میں بیان کیا گیا ہے کہ تفسیر،حدیث،فقہ اور اصول فقہ کی ۲۱۶ کتابوں سے استفادہ کرکے اس کو مرتب کیا گیا ہے۔قاضی حمادالدین صاحب نے یہ بھی ہدایت فرمائی تھی کہ اس کتاب میں صرف وہ مسائل جمع فرمائیں جو جمہور فقہاء کے اجماعی اور مفتی بہ ہوں۔چونکہ اس کی تالیف اس ہدایت کے مطابق عمل میں آئی ہے،اس لئے یہ کتاب لائق اخذ اور قابل اعتماد بن گئی ہے۔یہ کتاب نویں صدی ہجری میں لکھی گئی ہے،اس کتاب کے قلمی نسخے،متعدد کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں۔''معجم المطبوعات العربيه والمعربة''اور بعض دیگر

شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب ہندوستان کے اندر ۱۲۴۱ھ/ ۱۸۲۶ء میں کلکتہ سے طبع ہو چکی ہے۔

مجموعۃ الفتاویٰ:

یہ حضرت مولانا عبدالحیؒ لکھنویؒ کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ یہ فتاویٰ ۳ جلدوں میں طبع ہوا تھا اور اس کا ایک ایڈیشن وہ بھی ہے۔ جو ''خلاصۃ الفتاویٰ'' کے حاشیہ پر چھپا تھا۔ اب پاکستان سے ان دونوں ایڈیشنوں کی عکسی طباعت ہو گئی ہے۔

چونکہ مولانا لکھنوی کے اکثر فتاویٰ عربی یا فارسی زبان میں تھے، اس لئے عوام الناس اس سے استفادہ نہیں کر پاتے تھے، دوسرا اشکال اس سے استفادہ کا جس سے عوام چھوڑ خواص بھی پریشان تھے، وہ یہ تھا کہ ہر باب کے مسائل تین جلدوں میں بکھرے ہوئے تھے۔ ان دونوں اشکالوں کو رفع کرنے کے لئے مولانا خورشید عالم صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند، مدرس دارالعلوم کراچی نے ایک تو بڑی سہل اردو میں اس کا ترجمہ فرمادیا اور پھر اس کو اس طرح مرتب فرمادیا کہ تین جلدوں میں بکھرے ہوئے مسائل کو یکجا کر دیا۔ اس طرح نہ صرف عوام کے استفادہ کا راستہ ہموار ہوا بلکہ وہ پریشانی بھی رفع ہو گئی جو مسائل کے کئی جلدوں میں منتشر ہونے کے باعث پیدا ہوتی تھی۔

یہ ترجمہ بترتیب جدید کراچی سے ایک جلد میں طبع ہو چکا ہے۔ حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی کی ولادت ۲۶ ذیقعدہ ۱۲۶۴ھ/ ۱۸۴۸ء کو ہوئی۔ آپ کثیر التصانیف تھے، تقریباً ہر علم میں آپ نے کوئی نہ کوئی تصنیف یادگار چھوڑی ہے۔ آپ کی کل تصانیف کی تعداد ۹۰ کے لگ بھگ ہے۔ ۱۷ سال کی عمر میں حفظ قرآن سمیت تمام علوم مروجہ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، منطق، فلسفہ اور ریاضی وغیرہ سے فراغت حاصل کر لی۔ مولانا کا انتقال بہت کم عمری میں ہو گیا۔ آپ کا سنہ وفات ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۶ء ہے۔

مجمع الأنهر شرح ملتقى الأنحر:

امام ابراہیم بن محمد حلبی ۹۵۶ھ/ ۱۵۴۹ء نے مسائل فقہ پر ایک جامع کتاب مرتب کی، جس میں ''مختصر قدوری، المختار، کنز، الوقایه'' کے مسائل کو جمع کر دیا، نیز ''ہدایہ اور مجمع'' کے مسائل ضروریہ بھی اس میں شامل کر دیئے اور اقاویل مختلفہ میں سب سے مقدم اس قول کو ذکر کیا جو زیادہ راجح تھا اور اس بات کا بڑا اہتمام کیا کہ ''متون اربعہ'' کا کوئی مسئلہ ذکر ہونے سے رہ نہ جائے، اس کا نام انہوں نے رکھا ''ملتقی الابحر'' جامعیت اور قابل اعتماد ہونے کے باعث یہ کتاب بڑی مشہور ہوئی اور بڑے بڑے علماء نے اس کی شرحیں لکھیں۔ اس کی تکمیل رجب ۹۲۳ھ/ ۱۵۱۷ء کو ہوئی۔ ''مجمع الانهر'' اسی ''ملتقی الابحر'' کی مبسوط شرح ہے، جو عساکر رومیہ کے قاضی القضاۃ علامہ عبدالرحمٰن بن شیخ محمد بن سلیمان معروف بہ شیخ زادہ (المتوفی ۱۰۷۷ھ/ ۱۶۶۷ء نے تحریر کی ہے۔ یہ کتاب بیروت سے حال ہی میں دو جلدوں میں طبع ہوئی ہے۔ اس کے حاشیہ پر ''ملتقی الابحر'' کی ایک اور شرح ''الدر المنتقى في شرح الملتقى'' چھپی ہے، جس کے مصنف علاء الدین حصکفی صاحبِ درمختار ہیں۔

الجوهرة النيرة على مختصر القدوري:

شیخ احمد بن محمد ابوالحسن بغدادی قدوری (المتوفی ۴۲۸ھ/ ۱۰۳۷ء) نے فقہ حنفی میں ایک متن ''مختصر القدوری'' کے نام سے مرتب فرمایا، جو فقہ حنفی کے بہت قابل اعتماد ''متون اربعہ'' میں شامل ہے۔ اس کی متعدد اکابر نے مختصر و مبسوط شرحیں لکھی ہیں۔ یہ کتاب اہل علم کے ہاں بہت متبرک سمجھی جاتی ہے۔ وباء کے زمانہ میں اس کا پڑھنا وباء کے لے مفید سمجھا جاتا ہے، اس کا حفظ کرنا فقر سے نجات دیتا ہے یہ کتاب بارہ ہزار مسائل پر مشتمل ہے۔ بغداد کے محلہ قدورہ کی طرف انتساب کے باعث (قدوری یعنی ہانڈیوں کے بنانے یا بیچنے کے) ان کو ''قدوری'' کہا جاتا ہے۔ ''الجوهرة النيرة'' اسی ''مختصر القدوری'' کی ایک معتمد علیہ شرح ہے، جو شیخ الاسلام ابوبکر بن محمد بن علی الحدادی الیمنی (المتوفی ۸۰۰ھ/ ۱۳۹۸ء) کی تصنیف ہے۔

یہ پاکستان میں چھپ چکی ہے، اس کا ایک ایڈیشن ایسا بھی، جس کے حاشیہ پر ''مختصر القدوری'' کی ایک اور شرح ''اللباب'' چھپی ہوئی ہے، کہتے ہیں کہ مصنف جوہرہ نے پہلے ایک مبسوط شرح لکھی تھی جس کا نام ہے ''السراج الوهاج''، جس میں انہوں نے بسط و تفصیل کی خاطر ضعیف اور غیر معتبر اقوال بھی جمع کر دیئے تھے۔ اس لئے بعض علماء نے ''السراج الوهاج'' کو کتب غیر معتبر میں شامل کیا ہے۔ بعد میں اس کا اختصار کیا اور مختصر شرح کا نام ''الجوهرة النيرة'' رکھا۔

فتاویٰ خیریه:

یہ علامہ خیر الدین بن احمد نا روق رملی کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ علامہ خیر الدین رملی کی ولادت فلسطین کے شہر ''رملہ'' میں ۹۹۳ھ/ ۱۵۸۵ء میں ہوئی۔ موصوف ایک بڑے مفسر، محدث، فقیہ اور منطقی ہونے کے ساتھ ساتھ علوم عربیہ ادبیہ کے بھی ماہر تھے۔ تحصیل علم کے بعد اپنے شہر اور مصر میں درس دیتے رہے متعدد کتابوں مثلاً عینی، شرح کنز، الاشباہ والنظائر، البحر الرائق اور جامع الفصولین وغیرہ پر حواشی لکھے۔

فتاویٰ خیریہ ان کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے، جو ان کے شاگرد علامہ ابراہیم بن سلیمان رملی نے جمع کیا ہے۔ اس کا پورا نام ''الفتاویٰ الخيريه لنفع البرية'' ہے، مصر سے یہ فتاویٰ ''العقود الدریہ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ'' کے حاشیہ پر دو جلدوں میں چھپ چکا ہے۔ علامہ خیر الدین رملی کا انتقال اپنے شہر ''رملہ'' میں ۱۰۸۱ھ/ ۱۶۷۰ء میں ہوا۔

العقود الدريه فى تنقيح الفتاوىٰ الحامدية:

یہ علامہ ابن عابدین شامی صاحب ''ردالمحتار'' کی تصنیف ہے۔ یہ مولانا حامد آفندی مفتی دمشق کے فتاویٰ کی تنقیح ہے۔ جو انہوں نے منصب افتاء پر فائز رہنے کے زمانہ (۱۱۳۷ھ/ ۴/ ۲۵/ ۱۷ء تا ۱۱۵۵ھ/ ۲/ ۱۷۴۳ء) میں صادر فرمائے تھے اور ''فتاویٰ حامدیہ'' کے نام سے خود مولانا حامد صاحب نے جمع فرمائے تھے۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے زیادہ نافع اور اس سے زیادہ قابل اعتماد فتاویٰ کا مجموعہ کوئی نہیں دیکھا، نیز مفتی صاحب کے متاخر زمانے میں ہونے کے باعث اس میں بہت سے جدید پیش آمدہ حوادث اور واقعات کا حل بھی مل جاتا ہے، لیکن چونکہ اس کی ترتیب کوئی عمدہ نہ تھی کہ جس سے مسئلہ آسانی سے معلوم کیا جا سکے۔ مشہور اور غیر ضروری مسائل بھی اس

میں درج تھے اور بعض مسائل مکرر بھی ہو گئے تھے، نیز بعض جگہ ایسا بھی ہوا کہ مسئلہ ایک جگہ ذکر کیا گیا اور دلیل کسی دوسری جگہ نقل کر دی گئی ہے۔اس لئے میں نے اس کو صحیح ترتیب پر مرتب کرنے اور مہذب و منقح کرنے نیز بوقت ضرورت اہم اضافے کرنے کا عزم کر کے کام شروع کر دیا تا آنکہ میں نے اس کو مکمل کر ڈالا۔علامہ شامی نے "فتاویٰ حامدیه" کی تنقیح ،اپنی کتاب "ردالمحتار" اور "منحة الخالق" کی تکمیل کے بعد فرمائی ہے۔ترتیب جدید کے بعد علامہ شامی نے اس کا نام "العقود الدریه فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیه" رکھا۔ یہ کتاب مصر سے حاشیہ پر، فتاویٰ خیریہ کے ساتھ دو جلدوں میں چھپ چکی ہے اور بیروت سے تنہا بھی دو جلدوں میں طبع ہو گئی ہے۔

کتاب الخراج:

یہ امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم کی تصنیف ہے، جو امام اجل ،فقیہ اکمل ، حافظ الحدیث امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں سب سے اونچے درجہ کے حامل اور مجتہد فی المذہب تھے۔آپ ایک مشہور انصاری صحابی سعد بن عتبہؓ کی اولاد میں سے ہیں۔۱۱۳ھ میں آپ کی پیدائش کوفہ میں ہوئی۔ ہشام بن عبدالملک مہدی، ہادی اور ہارون رشید کے عہد میں عہدۂ قضاء پر فائز رہے ہیں۔امام احمد بن حنبل اور یحییٰ ابن معین جیسے کبار محدثین آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ کتاب الخراج ،آپ نے خلیفہ ہارون رشید کے تقاضے پر تصنیف فرمائی تھی اس میں انہوں نے اسلام کے مالیاتی نظام کے بارے میں بڑی اہم اور مفید معلومات جمع فرمادی ہیں۔زکوۃ صدقات، عشر وخراج وفئی ساور مالِ غنیمت کی تقسیم کی نیز اہل ذمہ اور مرتدین کے احکام وغیرہ ،سبھی کچھ اس میں تفصیلاً بیان کر دیا گیا۔امام ابو یوسفؒ کا انتقال قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز ہونے کے زمانے میں ۱۸۲ھ/ ۷۹۸ء کو بغداد میں ہوا۔

التحریر المختار لردالمحتار: شیخ عبدالقادر بن مصطفیٰ الرافعی کا یہ حاشیہ ہے،انہوں نے "ردالمحتار" پر لکھا ہے۔موصوف کی ولادت ۱۲۴۸ھ/۱۸۳۳ء میں ہوئی۔آپ مصر میں منصب افتاء پر فائز ہوئے ،لیکن تین دن بعد ہی آپ کا وصال ہو گیا۔آپ کی وفات ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں ہوئی۔ یہ حاشیہ مصر سے دو جلدوں میں چھپ گیا ہے۔پہلی جلد کتاب الطلاق پر ختم پر ہوئی ہے اور دوسری جلد کتاب العتق سے شروع ہوئی، آخرِ کتاب تک کے حواشی پر مشتمل ہے۔اس کتاب کو "تقریرات رافعی" کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

اِتحاف الأبصار و البصائر بتبویب کتاب الأشباه و النظائر: یہ کتاب شیخ محمد ابوالفتح حنفی کی تالیف ہے۔ موصوف نے علامہ نجیم کی کتاب "الاشباه و النظائر" کو جدید ترتیب دے کر ابواب پر مرتب کیا ہے اور اس ترتیب جدید کا نام "اتحاف الابصار و البصائر" رکھا ہے۔اس ترتیب جدید کا فائدہ یہ ہے کہ اس طرح کتاب سے استفادہ کرنے میں سہولت پیدا گئی ہے۔ مصنف اس کی تالیف سے ۱۲۷۵ھ، ۸/۱۸۵۹ء میں فارغ ہوئے۔ یہ کتاب مطبع اسکندریہ سے ۱۲۸۶ھ/۱۸۷۲ء میں ۵۳۸ صفحات پر چھپ چکی ہے۔

السراجیی: ساتویں صدی ہجری کے مشہور عالم امام سراج الدین ابو طاہر محمد السجاوندی حنفی کی تصنیف ہے۔اس کتاب کا موضوع

علم الفرائض''یعنی''علم وراثت'' ہے۔اس کتاب میں رشتہ داروں کی قسمیں، ذوی الفروض، عصبات اور ذوی الارحام وغیرہ کو تفصیل سے بیان کر کے بتایا گیا ہے کہ کون سا رشتہ دار وراثت میں کس وقت کیا حصہ پائے گا اور کب وہ وراثت سے محروم ہوگا، اس کتاب کی بڑے بڑے اکابر علماء نے شرحیں لکھی ہیں۔ متعدد بار یورپ، مصر، ہند و پاک سے طبع ہو چکی ہے۔اس کتاب کو''سراجیه، الفرائض السراجیه اور الفرائض السجاوندی'' بھی کہا جاتا ہے۔

الشريفيه:

یہ''سراجی'' کی شرح ہے، جو علامہ علی بن محمد حسینی معروف بہ علامہ سید شریف جرجانی کی تالیف ہے۔سید شریف جرجانی کی ولادت ''جرجان'' میں ۷۴۰ھ/۱۳۴۰ء میں ہوئی۔ ابتداءً انہوں نے علوم عربیہ کی طرف خصوصی توجہ فرمائی جس کے باعث وہ ان علوم عربیہ میں امامت'' کے درجہ کو جا پہنچے۔ بعد ازاں آپ نے علوم عقلیہ کی طرف رخ کیا اور ان کی تحصیل کے لئے''ہراۃ'' میں علامہ قطب الدین رازی کی خدمت میں پہنچے، لیکن چونکہ وہ بہت معمر ہو چکے تھے، اس لئے انہوں نے پڑھانے سے معذرت کرتے ہوئے اپنے ایک خصوصی شاگرد علامہ مبارک شاہ کے پاس بھیج دیا، جو''مصر'' میں رہتے تھے۔ چنانچہ علامہ سید شریف وہاں تشریف لے گئے، اسطرح انہوں نے علوم عقلیہ میں خصوصی مہارت پیدا کر لی۔ پھر علامہ نے علوم شرعیہ حاصل کرنے کیلئے شارح ہدایہ مولانا اکمل الدین بابرتی کے پاس تشریف لے گئے۔ ان سے علوم شرعیہ پوری محنت سے حاصل کئے یہاں تک کہ اپنے معاصرین پر سبقت لے گئے۔ پھر''شیراز'' میں سکونت پزیر ہو گئے اور وہیں ۸۱۶ھ/۱۴۱۳ء میں وفات پائی۔ آپ نے متعدد کتابیں تالیف فرمائی ہیں، متعدد کتابوں کی شروح وحواشی لکھے ہیں۔ امیر تیمور لنگ کی مجلس میں علامہ سعد الدین تفتازانی (المتوفی ۷۹۲ھ/۱۳۸۹ء) کے ساتھ آپ کے کچھ مباحثے بھی ہوئے ہیں۔ یہ کتاب''شریفیه'' بھی متعدد بار طبع ہو چکی ہے۔

رسائل الأركان:

یہ کتاب علامہ بحر العلوم عبد العلی لکھنوی کی تصنیف ہے۔ مولانا بحر العلوم، مولانا نظم الدین انصاری سہالوی (المتوفی ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء) کے فرزند ارجمند ہیں۔ ۱۷ سال ہی کی عمر میں تمام علوم وفنون سے فراغت حاصل کر لی تھی۔ متعدد کتابوں کے آپ مصنف ہیں۔ بہت سی کتابوں پر شروح وحواشی تحریر فرمائے ہیں۔ یہ کتاب آپ نے''ارکان اربعہ'' نماز، روزہ، زکوۃ، اور حج کے مسائل پر تحریر فرمائی ہے۔ آپ نے نفس مسائل کے بیان پر اکتفاء نہیں فرمایا ہے۔ بلکہ قرآن وسنت کے دلائل نیز عقلی براہین سے ان کو مدلل ومبرہن بھی فرمایا ہے۔ اس لحاظ سے یہ کتاب بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ لکھنؤ سے ۱۳۰۹ھ/۱۸۲۹ء میں طبع ہو چکی ہے۔ علامہ بحر العلوم کی وفات''مدراس'' میں ۱۲۳۵ھ/۱۸۲۰ء میں ہوئی۔

السعاية: یہ شرح وقایہ کی مفصل اور مبسوط شرح ہے جو مولانا عبد الحی لکھنوی کی تصانیف ہے۔ حضرت مولانا لکھنوی نے''شرح وقایہ''

اپنے والد ماجد سے پڑھنے کے زمانے میں ان کے حکم سے اس کی ایک شرح لکھی تھی، جس کا نام "حسن الولایة بحل شرح الوقایه" رکھا تھا، جو شرح وقایہ کے نصف اول کے متفرق مشکل مقامات کے حل پر مشتمل تھی۔ بعدازاں مکمل شرح وقایہ پر ایک حاشیہ تحریر فرمایا، جس کا نام "عمدة الرعاية" ہے جو شرح وقایہ کے ساتھ بارہا طبع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ "شرح وقايه" کی ایک مبسوط شرح لکھنی شروع فرمائی جس میں ہر مسئلے میں تمام اختلافات نقل کرنے کے ساتھ ساتھ ہر ایک مسلک کے عقلی ونقلی دلائل اور ان پر وارد ہونے والے اعتراضات اور ان کے جوابات نیز کسی ایک مسلک کی مدلل ترجیح کا بیان مفصل طور پر کیا گیا ہے۔ اس مفصل شرح کا نام انہوں نے رکھا "السعاية فی کشف مافی شرح الوقايه"، لیکن افسوس کہ مصنف اپنی اس عظیم تصنیف کو مکمل نہ فرما سکے۔ اس کی صرف دو جلدیں طبع ہوئیں، جلد اول باب المسح علی الخفین کی ابتدائی چند سطروں تک ہی پر مشتمل ہے، جب کہ دوسری جلد "باب الاذان" سے "فصل فی القراء ة" کے ختم تک کی شرح پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب پاکستان میں بھی طبع ہو چکی ہے۔ مصنف کے مختصر حالات "مجموعة الفتاویٰ" کے تعارف کے ذیل میں لکھے جا چکے ہیں۔

التشریع الجنائی الاسلامی:

یہ کتاب "اسلام کے فوجداری قانون" کے موضوع پر ہے جو "مصر" کے ایک عالم جناب عبدالقادر عودہ شہید کی تصنیف ہے۔ موصوف "مصر" کی ایک مشہور جماعت "الاخوان المسلمون" کے رکن تھے۔ ۱۹۵۴ء میں بغاوت کے الزام میں موصوف کو پھانسی دے دی گئی تھی۔ یہ کتاب دو جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔ جلد اول میں پہلے تمہید کے طور پر عام رائج غیر اسلامی قوانین کا اسلامی قوانین کے ساتھ تقابل کر کے اسلامی قوانین کی فوقیت و برتری متعدد وجوہ سے ثابت کی گئی ہے۔ بعدازاں جلد اول کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ہر حصے کو "کتاب" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ "الکتاب الاول" کی "قسم الاول" میں "جرم" کی ماہیت اور اس کے انواع کا بیان ہے اور قسم ثانی میں "جرم" کے ارکان شرعیہ، ارکان مادیہ اور ادبیہ کا بیان ہے۔ اس کے بعد "الکتاب الثانی" شروع ہوتی ہے۔ اس میں "عقوبت" کے بارے میں مبادی عامہ اور اقسام عقوبت کا بیان ہے۔ جلد دوم میں قتل، زنا، شرب خمر، سرقہ، ڈاکہ زنی، بغاوت اور ارتداد' ایسے جرائم اور ان کے احکام کا تفصیلی ذکر ہے۔ کتاب کا اردو ترجمہ بھی "اسلام کا فوجداری قانون" کے نام سے چھپ چکا ہے۔

المدخل الفقهی العام:

یہ کتاب علامہ مصطفیٰ احمد الزرقا کی تصنیف ہے جو "دمشق یونیورسٹی" کے "کلية الحقوق" میں ملکی اور شرعی قانون کے استاد ہیں۔ خلافت عثمانیہ کے زمانے میں اور اس کے بعد بھی ایک عرصے تک ان ممالک میں جو خلافت عثمانیہ کے ماتحت رہ چکے تھے "المجلة العدلية" کے مطابق ملکی عدالتیں فیصلے کرتی رہیں۔ "المجلة العدلية" وہ دستاویز ہے جس میں خلافت عثمانیہ کے زمانے میں فقہا کی ایک جماعت نے فقہ حنفی کی روشنی میں شریعت اسلامیہ کے ان قوانین کو دفعہ وار مرتب کر دیا تھا، جن کا تعلق ملکی وانتظامی امور سے تھا۔

علامہ مصطفیٰ احمد الزرقا کا کہنا ہے کہ بعض مسائل باوجود اس کے کہ ان کا تذکرہ فقہ کی کتب میں موجود تھا، لیکن وہ مسائل ''المجلة العدلية'' میں درج ہونے سے رہ گئے، نیز ان کا کہنا ہے کہ بہت سے جدید مسائل اب ایسے پیدا ہو گئے ہیں جن کا وجود ''المجلة'' کی تالیف کے زمانے میں نہ تھا، اس لئے ظاہر ہے کہ ان کا حل بھی ''المجلة'' میں نہ آ سکا۔ علامہ زرقا، یہ بھی فرماتے ہیں کہ بنیادی طور پر ''المجلة'' کی تالیف ''فقه حنفی'' کے مسائل سے ہوئی ہے گو بوقت ضرورت اہل سنت کی دوسری فقہوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے، مگر اساس بہر حال فقہ حنفی ہی ہے۔ نیز وہ فرماتے ہیں کہ اس کی تالیف بھی ایسے نہج پر نہیں ہے، جس سے قانون کے طلبا کی تعلیمی ضرورت پوری ہو سکے۔ بہر حال ان وجوہ سے انہوں نے اس کی ضرورت محسوس کی کہ فقہ کی ترتیب جدید کی جائے، جس میں نہ صرف یہ کہ قدیم ذکر شدہ مسائل تمام کے تمام آجائیں، بلکہ جدید پیش آمدہ مسائل کا حل بھی اس میں موجود ہو، نیز اس ترتیب جدید میں کسی ایک فقہ پر انحصار کرنے کی بجائے چاروں مکاتب فقہ کو مد نظر رکھا جائے اور جس فقہ میں بھی کسی مسئلہ کا زیادہ بہتر حل موجود ہو، اسے قبول کر لیا جائے اور ساتھ ہی اس کی ترتیب بھی ایسی ہو کہ طلبا کی تعلیمی ضرورتوں اور تقاضوں کو بھی وہ پورا کر دے۔ نیز مسئلے کو علیحدہ علیحدہ ذکر کرنے کے بجائے مسائل کو اس انداز سے ذکر کیا جائے کہ پہلے ایک اصول و قاعدہ بتا کر پھر اس پر متفرق ہونے والے مسائل کو ذکر کیا جائے، کیونکہ اس طرح مسائل کو یاد رکھنے میں سہولت ہو جاتی ہے۔ بہر حال علامہ مصطفیٰ احمد الزرقا نے ان خطوط پر کام کا آغاز کیا اور ''الفقه الاسلامی فی ثوبه الجديد'' کے عنوان سے کتابوں کا ایک سلسلہ شروع فرمایا، جس میں پہلی دو جلدیں ''المدخل الفقهي العام'' کے نام سے شائع ہوئیں۔ یہ دو جلدیں تین قسموں پر مشتمل ہیں۔ ''القسم الاول'' چھ باب پر مشتمل ہے۔ باب اول میں تمہید، تعریف فقہ اور احکام فقہ کی قسموں کا بیان ہے۔ باب دوم میں مصادر فقہ اسلامی یعنی کتاب و سنت اور اجماع و قیاس نیز مصادر تبعیہ یعنی استحسان، استصلاح اور عرف کا بیان ہے۔ تیسرے اور چوتھے باب میں فقہ اسلامی کی توسیع اور اس کی ترقی کے مختلف ادوار اور ان کی خصوصیات کا بیان ہے۔ پانچویں باب میں اجتہادی اختلافات کی اہمیت و ضرورت اور اس سلسلے میں بعض اوہام کا دفعیہ کیا گیا ہے۔ چھٹے باب میں اپنے ملک ''سوریہ شام'' کے اندر فقہ اسلامی کے مطابق قانون سازی کے سلسلے میں کچھ بنیادی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ اس کے بعد ''القسم الثانی'' شروع ہوتی ہے جو پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب ''فقہ اسلامی میں نظریہ مملکت'' کے بیان میں ہے اور دوسرا باب ''فقہ اسلامی میں نظریہ ''عقود'' کے بیان میں ہے۔ اس میں عقد کی حقیقت، اس کے تقاضے اور اس کے آثار و لوازم، غرض یہ کہ اس کے مالہ و ماعلیہ کی مکمل بحث ہے۔ یہاں پر جلد اول ختم ہو جاتی ہے ''القسم الثانی'' کے ''تیسرے باب'' سے جلد دوم کا آغاز ہوتا ہے۔ اس باب میں ''فقه اسلامی کے اندر مؤيدات شرعيه کا نظریه'' بیان کیا گیا ہے۔ ''مؤيدات شرعيه'' سے مصنف کی مراد ہر وہ تدبیر ہے، جو لوگوں کو احکام شرعیہ کی اطاعت و پابندی پر ابھارنے والی ہو، انہوں نے اس کی دو قسمیں بیان کی ہیں مؤيدات ترغيبية'' اور '' مؤيدات ترهيبيه'' اس کے بعد ''مؤيدات ترهيبيه'' کی پھر دو قسمیں کی ہیں ''تادیبی'' اور مدنی (حقوق) مؤیدات تادیبیہ کے ذیل میں حدود، قصاص اور تعزیرات کا بیان ہے اور ''مؤیدات مدنیہ'' (حقوقیہ) کے ذیل میں ''بطلان، توقف اور تخيير'' کو مفصلاً بیان کیا ہے۔ چوتھے باب

میں ''اہلیت'' اورولایت'' (نیابت شرعیہ) کا نظریہ بیان کیا ہے۔ پانچویں باب میں "نظریۂ عرف" کا تفصیلی بیان ہے۔اس کے بعد ''القسم الثالث'' شروع ہوتی ہے۔اس میں ''فقہ اسلامی کے اندر قواعد کلیہ'' کا بیان ہے قسمِ ثالث دو بابوں مشتمل ہے، پہلے باب میں ''قواعد'' کے لغوی اور اصطلاحی معنی نیز فقہ اسلامی میں قواعد کے مقام وحیثیت کا بیان ہے۔ دوسرے باب میں ''المجلة العدلية'' میں ذکر ہونے والے ''قواعد کلیہ'' کا بیان اور پھر ان کی مختصر شرح ہے۔اس کے بعد ''خاتمہ'' ہے۔اس میں مصنف نے چھ مزید قواعد کلیہ جن کو انہوں نے مختلف کتب فقہ سے اخذ کیا ہے، بیان کیا ہے۔

سلسلہ ''الفقه الاسلامی فی ثوبه الجدید'' کی تیسری کتاب ''المدخل الی نظرية الالتزام العامة فی الفقه اسلامی'' کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ یہ کتاب دو بابوں پر مشتمل ہے۔

باب اول: ''حق اور التزام'' کے بیان میں ہے۔اولاً مصنف نے حق کی تعریف پھر اس کی تقسیم ''حق مالی'' اور ''حق غیر مالی'' کی طرف کی ہے اس کے بعد ''حق مالی'' اور ''حق شخصی اور حق عینی'' کی طرف تقسیم کی ہے۔ ''حقوق غیر مالیہ'' مثلاً ''ولی'' کا تصارف علی الصغیر کا حق نیز سیاسی اور طبعی حقوق جیسے حق انتخاب اور حق حریت وغیرہ سے کتاب میں بحث نہیں کی گئی ہے۔ کتاب میں ''حقوق مالیہ'' سے بحث مقصود ہے ''حقوق شخصیہ'' اور التزام چونکہ لازم وملزوم ہیں اس لئے ان بیان تو ''التزام'' کے ذیل میں ہوگا۔ ''حقوق عینیہ'' کے اندر ''حق ملکیت، حق انتفاع، حقوق ارتفاق، حقوق ارتہان، حق احتباس، حق وقف اور حقوق قرار علی الاوقاف'' کو شامل کیا ہے۔ ''حق شخصی اور حق عینی'' کے علاوہ مصنف نے ایک اور جدید قسم ''حقوق الابتکار'' نکالی ہے۔اس قسم میں ''حق تصنیف وتالیف'' ''حق ایجاد اور حقوق طبع'' غیر کو داخل کیا ہے۔اس کے بعد ایک فصل میں ''التزام'' (حقوق شخصیہ) کو پوری تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

دوسرا باب: ''اموال'' کے بیان میں ہے، اس میں ''مال'' کی حقیقت اور اس کی تقسیم مختلف حیثیات سے، متقوم اور غیر متقوم، ذوات الامثال (مثلی) اور ذوات القیم (قیمی) اموال استہلا کیہ اور استعمالیہ۔ مال منقول اور غیر منقول عین اور دین وغیرہ کی طرف کی گئی ہے۔ اس کے بعد ''ذمہ'' کی تعریف اور خصوصیات، نیز ''اہلیت'' سے اس کا امتیاز بیان کیا گیا ہے۔

تیسرا باب: ''اشخاص'' کے بیان میں ہے۔اس میں اشخاص کی تقسیم اشخاص طبعیہ اور اشخاص حکمیہ کی طرف کی گئی ہے اور پھر ''اشخاص حکمیہ'' کو اشخاص حکمیہ عامہ اور اشخاص حکمیہ خاصہ کی طرف تقسیم کیا گیا ہے۔ ''اشخاص حکمیہ'' میں مختلف جماعتیں، ادارے اور کمپنیاں شامل ہیں، اگر عوام نے از خود انہیں تشکیل دیا ہے تو ''اشخاص حکمیہ خاصہ'' میں داخل ہوں گی اور اگر حکومت نے تشکیل دیا ہے تو ''اشخاص حکمیہ عامہ'' میں۔اس کے بعد کی جلدیں یا تو تاحال شائع نہیں ہوئی ہیں، یا پھر ہماری نظر سے نہیں گزریں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

فقہ المعاملات

جعلی سرٹیفیکٹ، جعلی اسناد یعنی جھوٹی شہادتوں کی شرعی حیثیت

مولانا ابوعمران عثمانی
رکن صدیقی ٹرسٹ لسبیلہ چوک کراچی

جھوٹے میڈیکل سرٹیفکٹ کا شرعی حکم:

افسوس کہ اب اس جھوٹ میں ہم عام طور پر مبتلا ہیں۔ یہاں تک کہ جو لوگ حرام وحلال اور جائز وناجائز اور شریعت پر چلنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ان میں بھی یہ بات نظر آتی ہے کہ انہوں نے بھی جھوٹ کی بہت سی قسموں کو جھوٹ سے خارج سمجھ کر رکھا ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ گویا یہ جھوٹ ہی ہے۔حالانکہ جھوٹا کام کررہے ہیں۔غلط بیانی کررہے ہیں اور اس میں دوہرا جرم ہے ایک جھوٹ بولنے کا جرم اور دوسرے اس گناہ کو گناہ نہ سمجھنے کا جرم چنانچہ ایک صاحب جو بڑے نیک تھے،نماز روزے کے پابند بزرگوں سے تعلق رکھنے والے پاکستان سے باہر قیام تھا ایک مرتبہ جب پاکستان تشریف لائے تو میرے پاس بھی ملاقات کے لئے آگئے ،میں نے ان سے پوچھا آپ واپس تشریف کب لے جارہے ہیں؟انہوں نے جواب دیا کہ میں ابھی آٹھ دس روز اور ٹھہروں گا،میری چھٹیاں تو ختم ہوگئی ہیں البتہ کل ہی میں نے مزید چھٹی لینے کے لئے میڈیکل سرٹیفکٹ بھیجوایا ہے۔

کیا دین نماز روزے کا نام ہے؟

انہوں نے میڈیکل سرٹیفکٹ بجھوانے کا ذکر ایسے انداز میں کیا کہ کوئی پریشانی کی بات ہی نہیں۔میں نے ان سے پوچھا کہ میڈیکل سرٹیفکٹ؟انہوں نے جواب دیا کہ مزید چھٹی لینے کے لئے بیج دیا ہے۔ویسے اگر چھٹی لیتا تو نہ ملتی اس کہ ذریعے چھٹی مل جائے گی۔میں نے پھر سوال کیا کہ آپ نے اس میڈیکل سرٹیفکٹ میں کیا لکھا تھا؟انہوں جواب دیا کہ اس میں یہ لکھا تھا کہ یہ اتنے بیمار ہیں کہ سفر کے لائق نہیں میں نے کہا کہ کیا دین صرف نماز روزے کا نام ہے؟ذکر وشغل کا نام ہے؟آپ کا بزرگوں سے تعلق ہے پھر یہ میڈیکل سرٹیفکٹ کیسا جارہا ہے؟چونکہ نیک آدمی تھے اس لئے انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں نے آج پہلی مرتبہ آپ کے منہ سے یہ بات سنی کہ یہ بھی کوئی غلط کام ہے میں نے کہا کہ جھوٹ بولنا اور کس کو کہتے ہیں؟انہوں نے پوچھا کہ مزید چھٹی کس طرح لے میں نے کہا کہ جتنا چھٹی کا استحقاق ہے اتنی چھٹی لو مزید چھٹی لینی ضروری ہو بغیر تنخواہ کے لو لیکن یہ جھوٹا سرٹیفکٹ بھیجنے کا جواز تو پیدا نہیں ہوتا۔آج لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ غلط اور جھوٹا میڈیکل سرٹیفیکٹ بنوانا جھوٹ میں داخل نہیں ہے اور دین صرف ذکر وشغل کا نام رکھ دیا ہے باقی زندگی کی میدان میں جاکر جھوٹ بھول رہا ہو تو اس کا کوئی خیال نہیں۔

جھوٹی سفارش:

ایک اچھے خاصے پڑھے لکھے نیک اور سمجھدار بزرگ میرے پاس سفارشی خط لے کر آیا، اس وقت میں جدہ میں تھا، اس خط میں لکھا تھا کہ یہ صاحب جو آپ کے پاس آ رہے ہیں یہ انڈیا کا باشندہ ہیں، اب یہ پاکستان جانا چاہتے ہیں لہذا آپ پاکستانی سفارت خانے سے ان کے لئے سفارش کر دیں کہ ان کو ایک پاکستانی پاسپورٹ جاری کر دیا جائے اس بنیاد پر کہ یہ پاکستانی باشندے ہیں اور ان کا پاسپورٹ یہاں سعودی عرب میں گم ہو گیا ہے اور خود انہوں نے پاکستان سفارت خانے میں درخواست دے رکھی تھی کہ ان کا پاسپورٹ گم ہو گیا ہے۔ لہذا آپ ان کی سفارش کر دیں۔

اب آپ خود سوچیے وہاں عمرے ہو رہے ہیں حج بھی ہو رہے ہے، طواف اور سعی بھی ہو رہی ہے اور ساتھ میں یہ جھوٹ اور فریب بھی ہو رہا ہے، گویا کہ یہ دین کا حصہ ہی نہیں ہے، اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے، شاید لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ جب قصد اور ارادہ کر کے باقاعدہ جھوٹ کو جھوٹ سمجھ کر بولا جائے تب جھوٹ ہوتا ہے، لیکن ڈاکٹر سے جھوٹا سرٹیفکیٹ بنوالینا، جھوٹی سفارش لکھوالی، یا جھوٹے مقدمات دائر کر دیئے یہ کوئی جھوٹ نہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ (حوالہ)

یعنی زبان سے جو لفظ نکل رہا ہے وہ تمھارے نامہ اعمال میں ریکارڈ ہو رہا ہے۔ (سورۃ قٓ)

بچوں کے ساتھ جھوٹ نہ بول:

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سامنے ایک خاتون نے ایک بچے کو بلا کر گود میں لینا چاہا لیکن وہ بچہ قریب نہیں آ رہا تھا ان خاتون نے بچے کو بہلانے کے لئے کہا کہ بیٹا یہاں آؤ ہم تمھیں چیزیں دیں گے آنحضرتؐ نے اس کی بات سن لی اور آپ نے خاتون سے پوچھا کہ تمہارا واقعی کوئی چیز دینے کا ارادہ ہے یا ویسے ہی اس کو بلانے بہلانے کے لئے کہہ رہی ہو؟ اس خاتون نے عرض کیا یا رسول اللہؐ واقعی میرا کھجور دینے کا ارادہ ہے جب وہ میرے پاس آئے گا تو اس کو کھجور دوں گا، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگر تمھارا کھجور دینے کا ارادہ نہ ہوتا بلکہ محض بہلانے کے لئے کہتی کہ میں تمھیں کھجور دوں گی تو تمھارے عمل میں ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا۔

اس حدیث سے یہ سبق ملا کہ بچے کے ساتھ بھی جھوٹ نہ بولو اور اس کے ساتھ بھی وعدہ خلافی نہ کرو، ورنہ شروع ہی سے جھوٹ کی برائی اس کے دل سے نکل جائے گی۔

مذاق میں جھوٹ بولنا:

ہم لوگ محض مذاق اور تفریح کے لئے زبان سے جھوٹی باتیں نکال دیتے ہیں، حالانکہ نبی کریم ﷺ نے مذاق میں بھی جھوٹی باتیں زبان سے نکالنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا افسوس ہے اس شخص پر یا سخت الفاظ میں اس کا صحیح ترجمہ یہ کر سکتے ہیں۔ اس شخص کے لئے دردناک عذاب ہے جو محض لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے۔

حضور ﷺ کا مذاق:

خوش طبعی کی باتیں اور مذاق حضور اقدس ﷺ نے بھی کیا لیکن کوئی ایسا مذاق نہیں کیا جس میں بات غلط، یا واقعہ کے خلاف ہو، آپ نے کیسا مذاق کیا؟ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک بڑھیا حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں آئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے لئے دعا کردیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنّت میں پہنچا دیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کوئی بڑھیا جنّت میں نہیں جائے گی، اب وہ بڑھیا رونے لگی کہ یہ تو بڑی خطرناک بات ہوگئی کہ بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی پھر آپؐ نے وضاحت کر کے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بوڑھی نہ ہو، بلکہ وہ جوان ہوکر جائے گی تو آپؐ نے ایسا لطیف مذاق فرمایا کہ اس میں کوئی بات حقیقت کے خلاف اور جھوٹی نہیں تھی۔ (شمائل ترمذی)

مذاق کا ایک انوکھا انداز:

ایک دیہاتی آپؐ کے پاس آیا عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ مجھے ایک اونٹنی کا بچّہ دے دیجیئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہم تمہیں ایک اونٹنی کا بچّہ دیں گے۔ اس نے کہا یا رسول اللہؐ میں بچے کو لے کر کیا کروں گا۔ مجھے تو سواری کے لئے چاہیئے آپ نے فرمایا کہ ''تمھیں جو بھی اونٹ دیا جائے گا وہ کسی اونٹنی کا بچہ ہی ہوگا'' یہ آپ نے اس سے مذاق فرمایا اور ایسا مذاق جس میں خلافِ حقیقت اور غلط بات نہیں کہی تو مذاق میں بھی زبان کو سنبھال کر استعمال کریں اور زبان سے کوئی لفظ نہ نکل جائے آج کل ہمارے یہاں بہت سے جھوٹ پھیل گئے ہیں اور خوش گپیوں میں بھی ہم ان کو بطور مذاق بیان کردیتے ہیں۔ یہ سب جھوٹ میں داخل ہے۔

جھوٹا کیریکٹر سرٹیفکٹ:

آج کل اس کا عام رواج ہوگیا ہے اچھے خاصے دیندار اور پڑھے لکھے لوگ بھی اس میں مبتلا ہیں کہ جھوٹی سرٹیفکٹ حاصل کرتے ہیں یا دوسرے کو جھوٹے سرٹیفکٹ جاری کرتے ہیں، مثلاً اگر کسی کو کریکٹر سرٹیفکٹ کی ضرورت پیش آگئی اب وہ کسی کے پاس گیا اور اس سے کریکٹر سرٹیفکٹ حاصل کرلیا جاری کرنے والے نے اس میں یہ لکھا تھا کہ میں اس کو پانچ سال سے جانتا ہوں یہ بڑے اچھے آدمی ہیں ان کا اخلاق و کردار بہت اچھا ہے کسی کے ذہن میں یہی بات نہیں آئی کہ ہم یہ ناجائز کام کررہے ہیں بلکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ نیک کام کررہے اس لئے کہ یہ ضرورت مند تھا۔ ہم نے اس کی ضرورت پوری کردی اس کا کام کردیا، یہ تو باعثِ ثواب کا کام ہے، حالانکہ اگر آپ اس کے کیریکٹر سے واقف نہیں ہیں تو آپ کے لئے ایسا کام کرنا ناجائز ہے، چہ جائیکہ وہ سمجھے کہ میں ایک ثواب کا کام کررہا ہوں۔ اور کسی ایسے شخص سے کیریکٹر سرٹیفکٹ حاصل کرنا جو آپ کو نہیں جانتا ہو یہ بھی ناجائز ہے گویا کہ سرٹیفکٹ لینے والا بھی گناہ گار ہوگا اور دینے والا بھی۔

کیریکٹر معلوم کرنے کے دو طریقے:

حضرت فاروق اعظمؓ کے سامنے ایک شخص نے کسی تیسرے شخص کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ حضرت! وہ بڑا اچھا آدمی ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم جو یہ کہہ رہے ہو کہ فلاں شخص بڑے اچھے اخلاق اور کردار کا آدمی ہے، اچھا یہ بتاؤ کبھی تمہارا اس کے ساتھ لین دین کا معاملہ پیش

آیا؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں، لین دین کا معاملہ تو کبھی بھی پیش نہیں آیا، پھر آپ نے یہ پوچھا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ کیا تم نے کبھی اس کے ساتھ سفر کیا؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا کہ پھر تمھیں کیا معلوم کہ وہ اخلاق و کردار کے اعتبار سے کیسا آدمی ہے اس لئے کہ اخلاق و کردار کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب انسان کسی کے ساتھ لین دین کرے اور اس میں وہ کھرا ثابت ہو، تب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کردار اچھا ہے اور اس کے اخلاق معلوم کرنے کا دوسرا راستہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ سفر کرے اس لئے کہ سفر میں انسان اچھی طرح کھل کر سامنے آجاتا ہے اس کے اخلاق، اس کا کردار، اس کے حالات، اس کے جذبات، اس کے خیالات، یہ ساری چیزیں سفر میں ظاہر ہو جاتی ہیں، لہٰذا اگر تم نے اس کے ساتھ کوئی لین دین کا معاملہ کیا ہوتا یا اس کے ساتھ سفر کیا ہوتا تب تو بے شک یہ کہنا درست ہوتا کہ وہ اچھا آدمی ہے، لیکن! جب تم نے اس کے ساتھ نہ تو معاملہ کیا، نہ اس کے ساتھ سفر کیا، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس کو نہیں جانتے تو پھر خاموش رہو، نہ بُرا کہو اور نہ اچھا کہو اور کوئی شخص اس کے بارے میں پوچھے تو اس حد تک بتادو جتنا تمہیں معلوم ہے، مثلاً یہ کہ دو مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے تو میں نے دیکھا ہے باقی آگے کے حالات مجھے نہیں معلوم۔

سرٹیفکٹ دینا گواہی ہے:

قرآن کریم کا ارشاد ہے: ''مگر جس نے گواہی دی سچی اور ان کو خبر تھی'' (سورۃ زخرف)

یہ سرٹیفکٹ اور تصدیق نامہ شرعاً ایک گواہی ہے اور جو شخص اس سرٹیفکٹ پر دستخط کر رہا ہے وہ حقیقت میں گواہی دے رہا ہے اور اس آیت کی رو سے گواہی دینا اس وقت جائز ہے جب آدمی کو اس بات کا علم ہو اور یقین سے جانتا ہو کہ یہ حقیقت میں ایسا ہے تب انسان گواہی دے سکتا ہے اب ہوتا یہ ہے کہ آپ کو اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں لیکن آپ نے کریکٹر سرٹیفکٹ جاری کر دیا تو یہ جھوٹی گواہی کا گناہ ہوا اور جھوٹی گواہی اتنی بُری چیز ہے کہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اس کو شرک کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا۔

جھوٹی گواہی شرک کے برابر ہے:

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ میں تم کو بتاؤں کہ بڑے بڑے گناہ کون کون سے ہیں؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ضرور بتایئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ بڑے گناہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا اس وقت تک آپؐ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے پھر آپؐ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا جھوٹی گواہی دینا، اور اس جملے کو تین مرتبہ دھرایا۔ (صحیح مسلم)

اب اس سے اس کی برائی کا اندازہ لگائیں ایک طرف تو آپؐ نے اس کو شرک کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا، دوسرے یہ کہ تین مرتبہ ان الفاظ کو اس طرح کہ پہلے آپ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے پھر اس کے بیان کے وقت سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور خود قرآن کریم نے بھی اس کو شرک کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا ہے۔ سورۃ الحج میں ارشاد ہے کہ ترجمہ ''تم بت پرستی کے گندگی سے بھی بچو، اور جھوٹی بات سے بھی''

اس سے معلوم ہوا کہ جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی کتنی خطرناک چیز ہے۔

جھوٹا سرٹیفکٹ جاری کرنے والا گناہ گار ہوگا:

جھوٹی گواہی دینا جھوٹ بولنے سے بھی زیادہ بری اور خطرناک ہے اس لئے اس میں کئی گناہ مل جاتے ہیں، مثلاً ایک جھوٹ بولنے کا گناہ اور دوسرا شخص کو گمراہ کرنے کا گناہ اس لئے کہ جب آپ نے غلط سرٹیفکٹ جاری کر کے جھوٹی گواہی دی اور وہ جھوٹا سرٹیفکٹ جب کسی شخص کے پاس پہنچا تو وہ یہ سمجھے گا کہ یہ اچھا ہے اور اچھا سمجھ کر اس سے کوئی معاملہ کرے گا اور اگر اس معاملہ کے نتیجے میں اس کو کوئی نقصان پہنچے گا تو اس نقصان کی ذمہ داری بھی جھوٹی گواہی دینے والے پر ہوگی یا کسی نے عدالت میں جھوٹی گواہی دینے والے کی گردن پر ہوگا اس لئے یہ جھوٹی گواہی کا گناہ معمولی گناہ نہیں ہے یہ بڑا سخت گناہ ہے۔

عدالت میں جھوٹ:

آج کل جھوٹ کا ایسا بازار گرم ہوا کہ کوئی شخص دوسری جگہ جھوٹ بولے نہ بولے لیکن عدالت میں ضرور جھوٹ بولے گا بعض لوگوں کو یہاں تک کہتے ہوئے سنا ''میا! سچّی سچّی بات کہہ دو، کوئی عدالت میں تھوڑی کھڑے ہو۔''

مطلب یہ ہے کہ جھوٹ بولنے کی جگہ تو عدالت ہے وہاں پر جاکر جھوٹ بولنا یہاں آپس میں جب بات چیت ہو رہی ہے تو سچّی سچّی بات بتادو، حالانکہ عدالت میں جاکر جھوٹی گواہی دینے کو حضور اقدس ﷺ نے شرک کے برابر قرار دیا ہے اور کئی گناہوں کا مجموعہ ہے۔

مدرسہ کی تصدیق گواہی ہے:

لہذا جتنے سرٹیفکٹ معلوم بغیر جاری کیے جارہے ہیں اور جاری کرنے والا یہ جانتے ہوئے جاری کر رہا ہے کہ میں یہ غلط سرٹیفکٹ جاری کر رہا ہوں مثلاً کسی کو بیماری ہونے کا سرٹیفکٹ دے دیا کو پاس ہونے کا سرٹیفکٹ دیا یا کسی کو کیریکٹر سرٹیفکٹ دے دیا یہ کسی سبب جھوٹ گواہی میں داخل ہے مدارس والوں کے پاس بہت سے لوگ اپنے مدرسوں کی تصدیق کرانے کے لئے آتے ہیں جس میں اس بات کی تصدیق کرنی ہوتی ہے کہ یہ مدرسہ قائم ہے۔ اس میں اتنی تعلیم ہوتی ہے اور اس کی تصدیق کا مقصد یہ ہوتی ہے تاکہ لوگوں کو اطمینان ہو جائے کہ واقعتاً یہ مدرسہ قائم ہے اور امداد کا مستحق ہے اور اب ان مدرسوں کو کی تصدیق لکھنے کو دل بھی چاہتا ہے۔ لیکن ہم نے اپنے اکابر علماء کرام کو دیکھا کہ جب کبھی ان کے پاس کوئی شخص مدرسہ کی تصدیق لکھوانے کے لئے آتا تھا تو وہ یہ غدر فرماتے ہوئے کہتے یہ ایک گواہی ہے اور جب تک یہ ہمیں مدرسے کے حالات کا علم نہ ہو اس وقت تک یہ تصدیق نامہ جاری نہیں کر سکتا اس لئے کہ یہ جھوٹی گواہی ہو جائے گی البتہ اگر کسی مدرسے کے بارے میں علم ہوتا تو جتنا علم ہوتا اتنا لکھ دیتے۔

کتاب کی تقریظ لکھنا گواہی ہے:

بہت سے لوگ کتابوں پر تقریظ لکھوانے آجاتے ہیں کہ ہم نے یہ کتاب لکھی ہے آپ اس پر تقریظ لکھ دیجئے کہ یہ اچھی کتاب ہے اور صحیح

کتاب ہے حالانکہ جب تک انسان اس کو نہ پڑھے اس کا پورا مطالعہ نہ کرے اس وقت یہ کیسے گواہی دے دے کہ یہ کتاب صحیح ہے یا غلط بہت سے لوگ اس خیال سے تقریظ لکھ دیتے ہیں کہ اس تقریظ سے اس کا فائدہ اور بھلا ہو جائے گا۔ حالانکہ تقریظ لکھنا ایک گواہی ہے اور گواہی میں غلط بیانی کو لوگوں نے خارج کر دیا ہے چنانچہ لوگ کہتے ہیں صاحب ہم تو ایک ذرا سا کام لے کر ان کے پاس گئے تھے اگر ذرا سا قلم ہلا دیتے اور ایک سرٹیفکٹ لکھ دیتے تو ان کا کیا بگڑ جاتا یہ بڑے بد اخلاق آدمی ہیں کہ کسی کو سرٹیفکٹ بھی جاری نہیں کرتے بات دراصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک ایک حرف کا سوال ہوگا جو لفظ زبان سے نکل رہا ہے، جو لفظ قلم سے لکھا جا رہا ہے۔ سب اللہ تعالیٰ کے ہاں ریکارڈ ہو رہے ہیں۔ اور اس کے بارے میں سوال ہوگا کہ فلاں لفظ جو تم نے زبان سے نکالا تھا وہ کس بنیاد پر نکالا تھا۔

جھوٹ سے بچیئے:

ہمارے معاشرے میں جو وبا جھوٹ کی پھیل گئی ہے اس میں اچھے خاصے دیندار، پڑھے لکھے، نمازی، بزرگوں سے تعلق رکھنے والے، وظائف اور تسبیح پڑھنے والے بھی مبتلا ہیں وہ بھی اس کو ناجائز اور برا نہیں سمجھتے کہ یہ جھوٹا سرٹیفکٹ جاری ہو جائے گا تو یہ کوئی گناہ ہوگا حالانکہ حدیث شریف میں حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ "منافق کی علامت یہ ہے جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے"

اس میں یہ سب باتیں بھی شامل ہیں اور یہ سب دین کا حصہ ہیں اور ان کو دین سے خارج سمجھنا بدترین گمراہی ہے اس لئے ان سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

جھوٹ کے اجازت کے مواقع:

البتہ بعض مواقع ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ نے جھوٹ کی بھی اجازت دے دی ہے، لیکن وہ مواقع ایسے ہوتے ہیں جہاں انسان کی اپنی جان بچانے کے لئے اس کے علاوہ کوئی راستہ نہ ہو یا کوئی ناقابل برداشت ظلم، تکلیف کا اندیشہ ہو اس صورت میں شریعت نے جھوٹ بولنے کی اجازت دی ہے۔ البتہ اس میں بھی حکم یہ ہے کہ پہلے اس بات کی کوشش کرو کہ صریح جھوٹ نہ بولنا پڑے بلکہ کوئی ایسا گول مول لفظ بول دو جس سے وقتی مصیبت ٹل جائے جس کو شریعت کی اصطلاح میں تعریض اور "توریہ" کہا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کو کوئی ایسا لفظ بول دیا جائے، جس کے ظاہری طور پر کچھ اور معنی سمجھ میں آ رہے ہیں اور حقیقت میں دل کے اندر آپ نے کچھ اور مراد لیا ہے۔ ایسا گول مول لفظ بول دیا جائے تاکہ صریح جھوٹ نہ بولنا پڑے۔

حضرت صدیقؓ کا جھوٹ سے اجتناب:

ہجرت کے موقع پر جب خلیفۂ اوّل سیّدنا حضرت صدیق اکبرؓ حضورِ اقدسؐ کے ساتھ مدینہ کی طرف جا رہے تھے تو اس وقت مکّہ والوں نے آپؐ کو پکڑنے کے لئے چاروں طرف اپنے کارندے دوڑا رکھے تھے اور یہ اعلان کر رکھا تھا کہ جو شخص حضور اقدس ﷺ کو پکڑ کے لائے گا اس کو دو سو اونٹ انعام کے طور پر دیئے جائیں گے اب اس وقت سارے مکہ کے لوگ آپ کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ راستے